ادھورے خواب

نمرہ خان

انتساب!

میں اِس ناولٹ کو اپنے محترم والدین اور اساتذائے کرام کے نام کرنا چاہوں گی جنہوں نے مجھے اچھے، بُرے کی تمیز سکھائی اور مجھے پڑھایا لکھایا۔ کیونکہ آج میں جو کچھ بھی ہوں صرف اُن کی ہی وجہ سے ہوں۔

میں اِسے اُن اساتذہ کے نام بھی کرنا چاہوں گی جنہوں نے ہمیں پڑھایا نہیں۔ کیونکہ اگر وہ ہمیں صحیح طریقے سے پڑھاتے۔ تو میرے ذہن میں یہ ناولٹ لکھنے کا تصور بھی نہیں آتا۔ اس لیے میں اُن کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی۔ کیونکہ اُن کی بے حسی کی وجہ سے میں مصنفہ بن گئی۔

پیش لفظ

میرا یہ ناولٹ ''ادھورے خواب'' لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کے تعلیمی نظام میں جو خامیاں ہیں اُن کی نشاندہی کرسکوں۔ کیونکہ موجودہ تعلیمی نظام کی وجہ سے ہمارے نوجوانوں کا مستقبل تباہ ہورہا ہے اور اس میں اصلاحات کی سخت ضرورت ہے۔

''باقی دنیا کہاں تھی اور کہاں پہنچ گئی'' لیکن ہمارے ہاں اب تک وہ برسوں پُرانا رٹا اور نقل کلچر رائج ہے۔ ہمیں اپنے تعلیمی نظام میں کچھ ایسی اصلاحات کرنا ہوں گی جن سے ہم سائنس وٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھ سکے نہ کہ نقل کے میدان میں۔

2019ء کا زمانہ تھا جب میں گیارہویں جماعت میں پڑھ رہی تھی۔ میں رات کو دیر تک امتحانات کی تیاری کرنے میں مصروف تھی۔ اُسی رات میں نے فیصلہ کیا کہ میں ایک ایسا ناولٹ لکھوں گی۔ جس کا موضوع ہمارا تعلیمی نظام ہوگا اور اللہ کے فضل وکرم سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی۔

نمرہ خان

ادھورے خواب

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o

ترجمہ: ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو پیدا کیا۔''

میم ثروت نے جب اپنے مخصوص انداز میں قرآن مجید کی یہ آیت بمعہ ترجمہ پڑھی تو سارے سٹوڈنٹس اُنھیں غور سے دیکھنے لگے۔ کلاس ایک بہت بڑے ہال پر مشتمل ہے۔ جس کے دونوں اطراف میں کھڑکیاں ہیں۔ اور دائیں طرف ایک بڑا دروازہ ہے۔ کلاس کی ایک طرف لڑکیاں اور دوسری طرف لڑکے چیئرز پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُستانی صاحبہ کھڑی ہو کر کلاس لے رہی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ وائٹ بورڈ پر اہم نکات بھی لکھ رہی ہیں۔

''پہلی وحی بھی علم سے متعلق تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے مذہب میں حصول علم پر کتنا زور دیا گیا ہے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''علم کی طلب ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔''

میم انسانوں کو فرشتوں سے افضل کیوں قرار دیا گیا ہے؟ پہلی قطار میں بیٹھی ہوئی لڑکی نے اُستانی صاحبہ سے پوچھا۔

سٹوڈنٹ! انسان کو علم کے بدولت فرشتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ ''علم کی

بدولت ہی آدم علیہ السلام کوفرشتوں پر فضیلت دی گئی اور انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا۔'' علم ایک نور ہے جو اندھیروں میں بھی اپنی روشنی پھیلاتا ہے۔

''ہمارے دینی مدارس میں حصول علم کا طریقہ نہایت ہی اعلیٰ وارفع ہے جس میں شک و شبے کی کوئی گنجائش نہیں۔'' مدرسوں کے مقابلے میں سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں وغیرہ میں حصول علم کے جو طریقے ہیں وہ لاکھ خامیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور اس علم کی کئی بگڑی صورتیں ہیں۔

پہلی صورت گھر سے شروع ہوتی ہے۔ جب والدین بچے کے قتل حکمی اور قتل حقیقی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ''قتل حکمی یہ ہے کہ اولاد کی تربیت نہ کی جائے اولاد کو اللہ تعالیٰ کے اور اپنے حقوق نہ بتائے جائیں اور قتل حقیقی یہ ہے کہ اولاد کو زندگی سے محروم کر دیا جائے۔ ان کو پیدائش سے پہلے یا پیدائش کے بعد قتل کر دیا جائے۔''

دوسری صورت سرکاری اسکولوں سے شروع ہوتی ہے۔ جب اساتذہ فارغ التحصیل ہونے کے باوجود جانوروں جیسی زندگی گزارتے ہیں یعنی کھایا، پیا، ہضم کیا اور پرائے بچوں کو تباہ کیا۔ جن کے علم کا مقصد صرف اور صرف حصول دولت ہوتا ہے۔

سٹوڈنٹس! میری باتیں سننے کے بعد آپ بہت زیادہ حیران ہوگئے آپ کے Facial expressions سے میں اندازہ لگا رہی ہوں لیکن یہ سچ ہیں۔

تیسری صورت میٹرک کے امتحانات کے دوران وقوع پذیر ہوتی ہے جب بچے کو نقل کرنے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

میم! سٹوڈنٹس کو نقل کرنے کے یہ طریقے کون سکھاتے ہیں؟ پہلی قطار میں بیٹھی اُس لڑکی نے دوبارہ سوال کیا۔

سٹوڈنٹس! یہ سب اپنے ماحول سے سیکھتے ہیں۔ ہماری سب سے بڑی غلطی یہ

ہوتی ہے کہ ہم بچوں کی ذہن میں یہ بات بٹھا دیتے ہیں کہ میٹرک کا امتحان نقل کے بغیر پاس کیا ہی نہیں جاسکتا۔ جب کہ یہ غلط ہے جب بچے نے آٹھویں کلاس تک کے امتحانات اپنی عقل کے بل بوتے پر پاس کر لیے تو کیا وہ میٹرک کا امتحان اپنی عقل کے بل بوتے پر پاس نہیں کر سکتا'' ہمیں بچوں کی کردار سازی کرنا چاہیے نہ کہ تخریب کاری۔''

چوتھی صورت نہایت ہی سنگین ہے جب اسکول انتظامیہ نقل کی ترسیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔'' پرائیویٹ اسکولز میں تو باقاعدہ Photo Copies بنا کر تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ساتھ ہی ساتھ ہالز بھی ایڈوانس میں بُک کر دیئے جاتے ہیں۔''

پانچویں صورت حکومتی عہدیداروں کی غفلت ہے۔ جب کسی علاقے میں تعلیم کی شرح کم ہوتی ہے لیکن پھر بھی وہ اُس کے خلاف آواز نہیں اُٹھاتے یعنی اسکولز، کالجز وغیرہ تعمیر نہیں کرتے یا تعمیر تو کر لیتے ہیں لیکن وہ سٹاف کی کمی کی وجہ سے سالہا سال بند رہتے ہیں۔

چھٹی صورت نہایت ہی سنگین ہے۔'' ہم باقی اقوام سے تعلیم میں اس لیے پیچھے رہ گئے ہیں کہ ہمارے ہاں اب تک برسوں پرانا رٹا کلچر رائج ہے یعنی سٹوڈنٹس کا Concept کلیئر نہیں ہوتا۔'' میں جب چوتھے سمسٹر میں پڑھ رہی تھی تو میں نے میڈیکل سائنس کے سٹوڈنٹس سے پوچھا کہ کیا آپ نے اب تک کوئی Experiment وغیرہ کیا ہے تو انھوں نے کہا نہیں۔ اُن کا جواب سُن کر میں بہت حیران ہوگئی کیونکہ ہمارے کالج میں ہر قسم کے کیمیکلز اور سائنسی آلات وغیرہ موجود تھے بس ٹیچرز غفلت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

جب بچہ امتحان نقل سے پاس کرے گا تو نتیجتاً وہ یا تو بددیانت سیاستدان بنے گا یا غنڈہ، نااہل ڈاکٹر، نااہل ٹیچر یا ناکام آدمی بنے گا۔'' جب بچے کی زندگی میں ابتداء

ہی سے نقل کے ذریعے بددیانتی شامل ہو جائے تو آگے چل کر وہ بددیانت ہی بنے گا نہ کہ امانت دار۔‘‘

سٹوڈنٹس! کلاس کا ٹائم ختم ہونے والا ہے۔ میں نے آپ کو علم کے فائدے اس لیے بتائے ہیں تاکہ آپ جان سکیں کہ انسان کو علم اس لیے عطا کر دیا گیا ہے تاکہ وہ خیر وشر میں تمیز کر سکے۔ خدا حافظ!

آج میم ثروت کی پہلی کلاس تھی پہلی کلاس میں ہی سٹوڈنٹس اُن سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور سب اُن کی بہت زیادہ تعریفیں کر رہے ہیں۔ کلاس ختم ہونے کے بعد بریک ٹائم میں سارے سٹوڈنٹس کینٹین کی طرف جا رہے ہیں۔ کینٹین ایک بہت بڑے ہال پر مشتمل ہے جس کی دونوں اطراف میں کھڑکیاں ہیں ایک طرف کاؤنٹر اور درمیان میں میزوں کے اِردگرد چار چار کرسیاں رکھی گئی ہیں کینٹین میں کھانے، پینے کی مختلف اشیاء دستیاب ہیں۔

’’میم ثروت نے آج کتنی اچھی کلاس لی میں تو حیران رہ گئی کہ وہ کتنی اچھی Observer ہیں۔ ہر چیز کو بہت قریب سے دیکھتی ہیں۔ اتنی کم ایج میں بھی وہ بہت زیادہ میچور ہیں۔ ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت خوبصورت بھی ہیں جو سونے پہ سہاگہ ہے اُن کے چلنے کا انداز، گفتگو کا طریقہ اور ڈریسنگ سٹائل سب کچھ پرفیکٹ ہے۔‘‘ آمنہ نے متاثر کن انداز میں اپنی سہیلی سلمٰی سے کہا۔

آمنہ بہت زیادہ خوبصورت ہے۔ اُس کی بڑی بڑی ہلکی سبز آنکھیں، چھوٹی سی خوبصورت ناک، گلابی ہونٹ اور گورا رنگ اُسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ساری دنیا کا نور خدا نے اُس کے چہرے کو عطا کر دیا ہو تبھی تو وہ سب کی توجہ کا مرکز بنی رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ ایک سائیڈ کی مانگ نکال کر بالوں کی چٹیا بناتی ہے۔ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کلاس

کی سب سے ذہین سٹوڈنٹ ہے اور ہمیشہ فرسٹ آتی ہے۔'' متناسب قد اور جسم کے علاوہ اُس میں صرف ایک خامی ہے کہ اُس کی آواز تھوڑی سی باریک ہے۔ جس کی وجہ سے سب اُسے بکری کہتے ہیں۔ کیونکہ جب وہ باتیں کرتی ہے تو بکری کی طرح آواز نکلتی ہے۔''

''ہاں میم ثروت کے Communication Skills بہت ہی اچھے ہیں۔''

تم تو لگا تار اُن سے سوالات کر رہی تھیں۔ سلمٰی نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

سلمٰی آمنہ کی سب سے اچھی سہیلی ہے۔ آمنہ کی طرح وہ بھی بہت زیادہ خوب صورت ہے۔ اُس کی آنکھیں بڑی بڑی اور رنگ گندمی ہے۔ اُس کے بال بہت زیادہ خوبصورت لمبے اور گھنے ہیں۔ دونوں نے سفید رنگ کی شلوار قمیص کے ساتھ سفید دوپٹے سر پر اُوڑھے ہیں۔ کینٹین پہنچنے کے بعد دونوں نے 20,20 روپے کے چپس خرید لیئے۔

''سچ کہتے ہیں انسان اُس کے صحبت سے پہچانا جاتا ہے امیر کے دوست امیر، فقیر کے دوست فقیر۔'' پتہ نہیں اِس ماڈرن دور میں یہ لوگ 20 روپے کی چپس پر کیسے گزارہ کر لیتے ہیں۔'' ان غریبوں کی زندگی تو بس گزارے میں ہی گزر جاتی ہے۔'' یہ بات کہنے کے بعد رضا اور اُس کے دوست زور زور سے ہنسنے لگے۔

رضا آمنہ کا ماموں زاد ہے اور ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ حد سے زیادہ لاڈ پیار کی وجہ سے وہ بہت زیادہ بگڑ گیا ہے۔ اُس کے والد کا نام سکندر خان ہے۔ اُس کی ماں صائمہ دو سال پہلے وفات پا گئی تھی۔ اُس کے والد ایک کامیاب Business Man ہے۔ رضا کے نین و نقش بہت خوبصورت ہیں۔ لیکن اُس کے سر پر بال نہیں ہیں یعنی جھڑ گئے ہیں۔ اس کی باتیں سننے کے بعد آمنہ آگ بگولہ ہوگئی۔

''ہم فقیر ہی سہی پر حلال تو کھاتے ہیں۔ تم لوگوں کے طرح دوسروں کے منہ

سے نوالہ چھین کر تو نہیں کھاتے۔ ”مال مفت دل بے رحم“ اگر حلال کا مال تمہارے پاس ہوتا تو کیا تم اُسے یونہی دوستوں میں اُڑاتے۔ حرام خور کہیں کا۔“

حرام خور کہنے کی دیر تھی کہ رضا بھی شروع ہو جاتا ہے اور دونوں لڑنے لگتے ہیں۔

تم زمین کی طرف کیوں دیکھ رہی ہو تم اِن سے لڑتی کیوں نہیں۔ اُس نے ہڑ بڑی میں سلمٰی سے کہا اور پھر رضا کے ساتھ جھگڑنے لگی۔

”ارے دیکھو! ارے دیکھو! امیروں کے برگر میں کاکروچ، مال بھی گندہ طعام بھی گندہ“، سلمٰی نے بلند آواز میں اُن کی ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

رضا اور اُس کے دوست اپنے ٹیبل کی طرف متوجہ ہوئے اُن کے برگر میں سچ مُچ کاکروچ ہے۔ آمنہ اور سلمٰی چھپکے سے باہر نکل گئیں۔ اور کوریڈور میں جا کر باتوں میں مشغول ہوگئیں۔ تم مانتی ہی نہیں کہ میں کتنی ذہین ہوں کتنی صفائی کے ساتھ میں نے رضا کے برگر پر کاکروچ رکھ دیا۔ جب تم سب لڑ رہے تھے تو میں نے زمین پر کاکروچ دیکھ لیا۔ موقعے کا فائدہ اُٹھا کر میں نے مرا ہوا کاکروچ اُس کے برگر پر رکھ دیا۔ تم مجھے بے وقوف اور کند ذہن کہتی ہو تم میرے ٹیلنٹ کو مانتی ہی نہیں ”میرے جیسے دوست جن کو مل جاتے ہیں اُن کے نصیب کھل جاتے ہیں۔“ سلمٰی نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو پھر تمہاری جیسی مخلص دوست کے ہوتے ہوئے میں اتنی کمبخت کیوں ہوں؟“ اُس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ شانے اُچکاتے ہوئے پوچھا۔

”تمہیں تو بس مجھ میں خامیوں کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ کیا دُنیا کی ساری خامیاں مجھ میں ہیں؟“ سلمٰی نے مایوس انداز میں پوچھا۔

اچھا بابا میں نے مانا کہ تم ذہین ہو۔ ”خدا نے ہر انسان کو کسی نہ کسی خوبی سے

نوازا ہے بس اُسے تراشنے کے لیے جوہری کی ضرورت ہوتی ہے۔'' میں تمہاری خوبیوں کی معترف ہوں۔تم ایماندار ہو، فرض شناس ہو بس تھوڑی سی کند ذہن ہو تمہاری کند ذہنی کا میرے پاس Solid Solution ہے۔

جلدی بتاؤ میں کیا کروں؟ کیا مجھے کسی بابا وغیرہ کے پاس جانا پڑے گا؟ یا کوئی دوائی وغیرہ کھانا پڑے گی؟ اُس نے آمنہ کو اشتیاق کے ساتھ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ارے پگلی! باباؤں کا زمانہ گیا تم یہ ڈرامے اور فلمیں وغیرہ دیکھنا بند کرو اور پڑھائی کی طرف توجہ دو تمہاری کُند ذہنی خود بخود ختم ہو جائے گی۔آمنہ نے سلمیٰ کے سر پر چپت مارتے ہوئے کہا۔

نہ جی نہ ہمیں قیدی نہیں بننا میں تو تتلی بن کے اُڑوں گی ہواؤں میں، گھُوموں گی گلستانوں میں پرستانوں میں، دیدار کروں گی پھولوں کا اور راج کروں گی دُنیا پر۔

''جو لوگ زیادہ پڑھائی کرتے ہیں وہ سُوکھ کے کانٹا بن جاتے ہیں، اُن کی آنکھیں اندر کو دھنس جاتی ہیں اور اُن کے گرد سیاہ حلقے پڑ جاتے ہیں، اُن کا رنگ یا تو انڈے کی طرح زرد ہو جاتا ہے یا سیاہی کی طرح کالا تم خود کو ہی دیکھ لو چُوسے ہوئے آم کی گٹھلی کی طرح دکھتی ہو۔تمہیں تو اپنی خوبصورتی کی فکر نہیں لیکن مجھے اپنی خوبصورتی کی فکر ہے۔''میں تو پری ہوں پری۔'' اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر جھومتے ہوئے کہا۔

''افسوس دُنیا چاند پر پہنچ گئی اور تم اب بھی پریوں کی دُنیا میں جی رہی ہو۔'' اگر ایسا ہے تو تم ایسی ہی کند ذہن رہو گی۔آمنہ نے کوریڈور سے نکلتے ہوئے کہا۔

بریک ختم ہو جانے کے بعد سب اپنی اپنی کلاسز میں چلے جاتے ہیں اور پھر ساڑھے بارہ بجے چھٹی ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

ریاست دِیر جغرافیائی لحاظ سے صوبہ سرحد کا اہم علاقہ ہے۔ اس کے مشرق میں سوات، شمال مشرق میں گلگت، شمال میں چترال، مغرب میں باجوڑ اور افغانستان، جنوب میں ملاکنڈ ایجنسی اور ارنگ برنگ کے علاقے واقع ہیں۔ پاکستان کی قومی شاہرہ کراچی سے چترال، گلگت تا چین بھی دیر سے گزرتی ہے۔ افغانستان سے سرحدیں ملنے کی وجہ سے بھی انگریزوں نے دیر کی سرزمین کو اہمیت دی۔ ریاست دیر گذشتہ دس ہزار سال سے انسانی آماجگاہ رہی ہے۔ ریاست دیر کے شاہی خاندان نے دِیر پر 1640ء تا 1967ء یعنی تین سو تیرہ سال مسلسل حکومت کی جس میں عمرا خان کا پانچ سالہ دور اقتدار بھی شامل ہے۔ 1897ء میں دیر میں نوابی کا آغاز ہوا۔ 1967ء میں دیر کے چوتھے نواب خسرو کو اقتدار سے ہٹایا گیا۔ کچھ عرصے تک دیر ملاکنڈ ایجنسی میں شامل رہا۔ 1969ء میں ریاست کی جداگانہ حیثیت ختم کرکے اسے باقاعدہ ایک ضلع کی حیثیت سے پاکستان میں شامل کیا گیا۔ 1996ء میں انتظامی دشواری کی وجہ سے دیر کو دو اضلاع میں تقسیم کیا گیا۔

دیر کے شاہی خاندان کا تعلق پائندہ خیل قبیلے سے تھا پرانے زمانے میں دیر، سوات اور چترال پر مذہبی خاندانوں نے حکومت کی۔ دیر کے شاہی خاندان کا تعلق بھی ایک مذہبی گھرانے سے تھا۔ اس خاندان کے آباؤاجداد نہاگدرہ کے کوہان نامی علاقے کے باسی تھے اور کھیتی باڑی کے پیشے سے منسلک تھے۔ دیر پر اس خاندان کے تسلط کی ابتداء اخون الیاس بابا سے ہوتی ہے۔

ایک چھوٹا سا کلاس روم ہے۔ جس کے دونوں اطراف میں کھڑکیاں اور دائیں طرف ایک بڑا دروازہ ہے۔ بریک کا ٹائم ہے باقی سٹوڈنٹس باہر گراونڈ میں کھیل رہے ہیں جبکہ ہماء کلاس میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی ہے۔ ہماء میاکلے دیر لوئیر کی رہائشی ہے اور گورنمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول میاکلے میں آٹھویں جماعت میں پڑھتی ہے۔ اُس

کے والد کا نام رحیم خان اور ماں کا نام شائستہ ہے۔ اُس کے دو بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ اُن کے اسکول میں چھ کلاس روم ایک ہال ایک اسٹاف روم اور دفتر کے علاوہ ایک چھوٹا سا میدان ہے۔

ہماء کے نقوش تیکھے اور آنکھیں چینی لوگوں کی طرح ہیں۔ اُس نے موٹے موٹے چشمے آنکھوں پر لگائے ہوئے ہیں۔ جہاں تک اُس کی بالوں کی بات کی جائے تو اُس کے بال چھوٹے لیکن بہت زیادہ Silky ہیں۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی چینی آنکھوں سے کتاب کو غور سے دیکھ رہی ہے۔

''ہماء یہ تم کیا پڑھ رہی ہو؟'' پیر کے دن انگلش کا پیپر ہے اور تم اتنے سکون سے بیٹھی ہو۔ تم ایگزیم کے لیے تیاری کیوں نہیں کر رہی ہو؟ تم کیوں بھول جاتی ہو کہ اگلے سال ہمیں میٹرک کا امتحان دینا ہے آخر اس بھوت بنگلے یعنی ''گورنمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول میاں کلے'' کا نام کون روشن کرے گا۔'' جب محنت کرنے والے ہی راحت کے عادی ہو جائیں پھر تو اللہ ہی خیر کرے!'' مروہ نے حیرانگی سے کندھوں کو اُچکاتے ہوئے کہا۔

اوہ! تم تو ایسے لیکچر جھاڑ رہی ہو جیسے کہ تم نے ساری بُک رٹ لی ہو۔ ویسے تمہاری تیاری کیسی ہے؟ ہماء نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

مروہ ہماء کی سب سے اچھی سہیلی ہے۔ وہ بہت زیادہ شوخ و چینچل ہے اور ہر وقت ہنستی رہتی ہے۔ ساری دُنیا سے بے نیاز بس اپنے آپ میں ہی مگن رہتی ہے۔ خوش مزاجی کے علاوہ وہ بہت زیادہ خوبصورت بھی ہے۔

میری تیاری کا تم پوچھ رہی ہو'' ویسے انگلش میں ہم نے پڑھا ہی کیا ہے صرف ایک Chapter ہی تو پڑھا ہے پورے سال میں اور اُسے میں پانچ منٹ میں یاد کرلوں

گی،، تمہیں پتہ ہے نہ کہ میں کتنی ذہین ہوں۔ جھٹ سے سب کچھ یاد کر لیتی ہوں اُس نے اپنی چٹیا پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فخریہ انداز میں کہا۔

تمہیں کیا لگتا ہے کہ اگر ہم نے صرف ایک Chapter پڑھا ہے تو پیپر بھی ایک Chaper میں سے آئے گا۔ کم از کم 6 یا 7 Chapters میں سے پیپر آئے گا۔ میں نے تو سات Chapters چھٹیوں میں یاد کر لیے تھے اس لیے اتنی پُرسکون ہوں۔ اُس نے لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''جب ہم نے 7-Chapters پڑھے ہی نہیں تو پیپر کیسے 7-Chapters میں سے آسکتا ہے۔'' ان حرام خور ٹیچرز کی وجہ سے ہمارا Future تباہ ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ ان کے پیٹ میں بڑے بڑے کیڑے پڑ جائیں اگر پیپر 7-Chapters میں سے آگیا تو میں اُسی وقت پیپر پھاڑ کر ٹیچرز کے منہ پر پھینک دوں گی اور وہاں سے چلی جاؤں گی۔ اُس نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

''اوہ! ٹیچر کو دیکھ کر تو تم تھکلی کی طرح اٹک جاتی ہو۔'' تو تم پیپر کیا پھاڑو گی۔ کیا کل رات تم نے سنی دیول کی کوئی فلم دیکھی تھی جو اس طرح سے برس رہی ہو۔ ہماء نے طنزیہ انداز میں کہا۔

You wait and watch اور ''ویسے تم نے 7-Chapters کیسے یاد کر لیے؟ ہم نے تو صرف 1-Chapters پڑھا تھا۔'' اُس نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

Sorry پر میں نے تم سے یہ بات چھپائی کہ میں نے کلاسز کے شروع میں ہی گائیڈ خرید لی تھی اور میں گھر میں بیٹھ کر سب کچھ یاد کرتی تھی۔ اُس نے بال پوائنٹ کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے کہا۔

تم تو بڑی چھپی رستم نکلیں اگر میم ریحانہ کو پتہ چل گیا تو تمہاری کھال اُدھیڑ دیں

گی تمہیں یاد نہیں کہ چھٹی کلاس میں اُنہوں نے زینب کے پاس گائیڈ دیکھی تو اُس کی کس طرح سے پٹائی کی تھی۔'' تم نے بہت بڑی غلطی کردی مجھے یہ راز بتا کر اب میں میم ریحانہ کو جا کر سب کچھ بتا دوں گی۔ مروہ نے سٹاف روم کی طرف دوڑتے ہوئے کہا۔ ہماء بھی اُس کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور آخر کار اُسے پکڑ لیتی ہے۔

پلیز میم کو یہ بات مت بتاؤ میں تمہیں ایک آفر دیتی ہوں تم سارا پیپر مجھ سے نقل کر کے لکھ لینا بولو منظور ہے کہ نہیں۔ ہماء نے پھولے ہوئے سانسوں کے ساتھ کہا۔

اب آیا اُونٹ پہاڑ کے نیچے لیکن اگر تم اپنی بات سے مُکر گئیں تو میں اُسی وقت ٹیچر کو بتا دوں گی کہ تم گائیڈ استعمال کرتی ہو۔ مروہ نے اُسے انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔

اچھا بابا میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں تمہیں پیپر دکھاؤں گی۔ میں ایک تاریخی کتاب پڑھ رہی تھی اور تم نے سارا موڈ خراب کر دیا۔ ہماء نے کلاس کے اندر جاتے ہوئے کہا۔

تم کونسی کتاب پڑھ رہی تھیں؟ اُس نے بیزاری کے ساتھ پوچھا۔

''میں گمنام ریاست (حصہ دوم) پڑھ رہی تھی جو ایڈووکیٹ سلیمان شاہد نے لکھی ہے اور دیر کے نوابی دور کے بارے میں ہے۔''

''کیا! سلجوقیوں، ابدالیوں، منگولوں، غوریوں، خلیجیوں، راجپوتوں، بہلولوں، غلاموں اور مغلوں سے تمہارا دل نہیں بھرا کہ اب دیر کی تاریخ بھی پڑھ رہی ہو۔'' میں تو باہر جا رہی ہوں والی بال کھیلنے اگر تمہیں آنا ہے تو آؤ ورنہ اِن کتابوں میں ہی گھسی رہو کتابی کیڑا کہیں کی۔ مروہ نے دوڑتے ہوئے کہا۔

کیا! تم نے مجھے کتابی کیڑا کہا کلاس میں آؤ پھر دیکھتے ہیں۔ اُس نے چیختے ہوئے کہا اور پھر سے کتاب پڑھنے بیٹھ گئی۔ ایسا کرتی ہوں اس کتاب میں سے پہلے اپنے

گاؤں کے بارے میں پڑھ لیتی ہوں اُلفت نے یہ کتاب مجھے صرف ایک دن کے لیے دی ہے اور چھٹی میں وہ یہ کتاب مانگے گی۔‘‘

اُلفت ہماء کی ہم جماعت ہے اُسے کتابیں پڑھنے کا بہت زیادہ شوق ہے۔ وہ لوگوں سے کتابیں مانگ مانگ کر لاتی ہے۔ پہلے اُسے خود پڑھتی ہے اور پھر اپنی سہیلیوں کو پڑھنے کے لیے دیتی ہے۔

ہماء صفحہ نمبر 79 پر میاں کلے بازار کے بارے میں پڑھ رہی ہے۔

منڈا کے سنگ میں باجوڑ جاتے ہوئے میاں کلے واقع ہے۔ جو صدیوں پہلے سوداگرو کلے کے نام سے مشہور تھا۔ 1690ء میں میاں ساقی بابا یہاں آباد ہوئے تو اس نسبت سے یہ میاں کلے مشہور ہوا۔صدیوں پرانی اس منڈی کا تذکرہ بابر نے بھی کیا۔قدیم قبرستان کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ یہ علاقہ طوفان نوح کی لپیٹ میں آیا تھا۔ قبرستان میں میاں ساقی بابا کے تین سو سالہ مزار کے علاوہ وہ پتھر بھی موجود ہے جس پر کھڑے ہوکر وہ جندول والوں کو وعظ دیا کرتے تھے۔ چار سو سال قبل سوداگرو کلے ثمرقند اور بخارا کی طرح ایک منڈی تھی۔ جہاں چمڑہ سازی اور صابن سازی کے کارخانوں کے علاوہ سینکڑوں ہنرمند درزی، موچی، صنعتی کاریگری میں مشغول رہتے۔

اب وہ صفحہ نمبر 80 پر پُرانی مساجد کے بارے میں پڑھ رہی ہے۔

دیر کی سب سے تاریخی مسجد میاں کلے میں ’’لوئی بابا جماعت‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔عمراخان کے دور اقتدار میں اس کی تعمیر شروع کی گئی اور پشاور کے مستریوں نے اسے 1897ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔اب وہ صفحہ نمبر 78 اور 77 پر منڈا بنگلے کے بارے میں پڑھ رہی ہے۔

زرد رنگ کا منڈا بنگلہ ایک پرانے قلعے کے وسط میں بنایا گیا ہے۔کئی منزلہ مربع

نما بنگلے کے دو چھوٹے اور دو بڑے دروازے ہیں۔ بنگلے کے چاروں طرف ہر سمت میں پہلی منزل پر 22 بائیس کمرے اور ہال ہیں۔ دوسری منزل پر چودہ کمرے اور ہال ہیں۔ بنگلے کے باہر جنوبی طرف دونوں منزلوں پر درجن سے زیادہ حجرے ہیں جو کہ بنگلے کا سامنے والا حصہ ہے۔ بڑے حجم والے کمرے تین حصوں پر مشتمل ہیں ایک بڑا ہال ایک کمرہ اور ایک غسل خانہ چار زمین دوز تہہ خانوں سمیت منڈا بنگلے میں کُل اسی کمرے بنتے ہیں۔ جب بنگلہ تعمیر ہوا تو شہاب الدین خان قلعہ باڑوہ سے یہیں منتقل ہوا شومئی قسمت دیکھئے کہ اگلی صبح پاک فوج نے بنگلے کو گھیرے میں لے لیا اور شہاب الدین خان کا محل میں رہنے کا خواب ادھورا رہ گیا۔ 1960ء تا 1978ء تک یہ بنگلہ سرکاری ہسپتال رہا۔ دوسال تک یہ قومی تحصیل دفتر رہا اور 1986ء سے اب تک اس میں افغان مہاجرین کا ایک کیمپ ہے۔

اب وہ صفحہ نمبر 48 پر دیر کے نوابی دور کی تعلیم کے بارے میں پڑھ رہی ہے۔

نواب شاہجہان نے اقتدار میں آ کر جدید تعلیم پر سخت پابندی لگائی۔ مؤقف یہ تھا کہ فرنگی علوم ہمارے جوانوں کے اخلاق بگاڑتے ہیں اُس زمانے میں فرنگی سے نفرت عام تھی لہٰذا کئی علماء نے نواب کا انگریزی تعلیم کی مخالفت میں ساتھ دیا۔ البتہ دکھاوے کی خاطر عمرا خانی دور کی طرز تعلیم کو جاری رکھا گیا۔ 1960ء تک اس نظام تعلیم نے کوئی ترقی نہ کی۔ سیلبس کئی دہائیوں تک شیخ سعدی کی ’’گلستان اور بوستان‘‘ تک محدود رہا۔

اب وہ صفحہ نمبر 50 پر دیر کی تعلیمی شرح کے بارے میں پڑھ رہی ہے۔

1998ء میں دیر کی تعلیمی شرح:

دیر پائین شرح خواندگی 29.90 فیصد جس میں مردانہ 48.76 اور زنانہ 12.25 فیصد۔

دیر بالا شرح خواندگی 21.02 فیصد مردانہ 36.02 فیصد اور زنانہ 6.01 فیصد۔

چھٹی ہو جانے کے بعد ہماء گھر چلی جاتی ہے۔ اُس نے غلطی سے وہ کتاب ڈیسک کے اندر رکھ دی اور گھر آ گئی۔

☆☆☆

دوپہر کا وقت ہے سب لوگ سو رہے ہیں کھانا کھانے کے بعد ہماء برتن دھو رہی ہے۔ اُن کا گھر خستہ حال اور مٹی سے بنا ہوا ہے جس میں چار کمرے ایک باورچی خانہ اور ایک باتھ روم ہے۔ برتن دھونے کے بعد اُسے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ وہ دروازہ کھولنے کے لیے جا رہی ہے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ اور بھی زیادہ حیران ہوئی کیونکہ کوئی دروازے کو لاتوں سے مار رہا ہے وہ دروازہ کھول رہی ہے۔

ارے! اُلفت تم کیسے آنا ہوا؟ ہماء نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔ اُلفت نے پیلے رنگ کے کپڑوں کے ساتھ سفید چادر اوڑھی ہوئی ہے۔ اور اُن کے گھر کے سامنے کھڑی ہے۔

ہماء میں نے تمہیں جو کتاب دی تھی مجھے وہ چاہیئے وہ میرے کزن کی ہے اور وہ آج پشاور جا رہا ہے۔ اُس نے پھولتے سانسوں کے ساتھ کہا۔

”کیا! پر وہ تو میں لانا بھول گئی ہوں۔ دراصل جب چھٹی ہوئی تو میں غلطی سے اُسے ڈیسک کے اندر چھوڑ کر آ گئی۔“

یا اللہ! اب کیا ہو گا مجھے ہر حال میں وہ کتاب چاہیئے وہ میرے کزن نے اپنے اسکول کی لائبریری سے ایشو کروائی تھی اور ”اگر کل وہ کتاب واپس نہیں کرے گا تو اُسے بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔“ تھوڑی دیر بعد وہ پشاور جا رہا ہے اب میں کیا کروں گی؟ میں اور کچھ نہیں جانتی مجھے بس وہ کتاب چاہیئے۔ اُلفت نے غصیلے لہجے میں کہا۔

ایسا کرتے ہیں ہم اسکول جا کر کتاب لاتے ہیں۔ میں چادر اوڑھ کر آتی ہوں اور امی سے اجازت بھی لے لوں گی۔ ہماء نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

چادر اوڑھ کر اُس نے اپنی ماں کو سارا قصہ سنایا اور پھر اُن سے اجازت لے کر اُس کے ساتھ روانہ ہوگئی۔ اسکول زیادہ دور نہیں اُن کے گھر کے قریب ہے۔ جب وہ دونوں اسکول پہنچے تو گیٹ کو تالا لگا تھا۔ اُلفت کا رنگ اور بھی زرد ہوگیا۔

اب کیا کرے گے؟ ایسا کرتے ہیں دیوار پھلانگ کر اسکول کے اندر جاتے ہیں۔ ہماء نے چہرے پر افسردگی کے تاثرات لاتے ہوئے کہا۔

نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے کیمروں میں سب کچھ ریکارڈ ہو جائے گا۔ اُس نے خوفزدہ ہو کر کہا۔

ان کیمروں میں سب ریکارڈ ہوگا یہ کیمرے تو کئی عرصے سے خراب پڑے ہیں۔ اُلفت پہلے تم دیوار پر چڑھو پھر میں چڑھوں گی۔

اسکول کے گیٹ کے ساتھ ایک چھوٹی سی دیوار ملحق ہے۔ گلی میں کچھ بلاکس بھی پڑے ہیں اُلفت اور ہماء نے تین بلاکس دیوار کے نیچے رکھے اور پھر اُس پر چڑھ کر اسکول کے اندر داخل ہوگئیں کتاب لینے کے بعد دونوں نے دیوار سے چھلانگ لگائی اور گھر کے جانب چل دیں۔ ہماء نے گھر جا کر نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ دونوں صحیح سلامت گھر واپس آگئیں۔

☆☆☆

مارچ کا مہینہ ہے۔ درختوں پر تروتازگی چھائی ہوئی ہے۔ زمین پر چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔ پرندے اپنی خوبصورت آواز میں چہچہا رہے ہیں۔ پھولوں کی ڈالیاں کھُل گئی ہیں ایسا لگ رہا ہے کہ بہار کی آمد کی خوشی میں کھِل کھلا کر ہنس رہے

ہوں۔لیکن بہار کے موسم کے باوجود بچوں کے دلوں میں خزاں کا منظر ہے۔ کیونکہ آج ''پشاور ہائی اسکول فار بوائز اینڈ گرلز'' میں سالانہ امتحان شروع ہو چکا ہے۔

آٹھویں کلاس کے سٹوڈنٹس کا انگلش کا پیپر چل رہا ہے۔ کلاس میں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔کوئی سرگوشیاں کر رہا ہے، کوئی بے کار بیٹھا منہ میں پینسل گھما رہا ہے، کوئی نقل کر رہا ہے، کوئی دوست کی مدد کر رہا ہے اور کوئی شوق سے اپنا پیپر لکھ رہا ہے۔

ممتحن عرفان اللہ نہایت ہی احسن طریقے سے اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اُن کے نقوش منگولوں کے سردار چنگیز خان کی طرح ہیں۔ اُن کی غیر موجودگی میں سٹوڈنٹس انہیں چنگیز خان کہتے ہیں۔ رنگ و روپ کے علاوہ دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ چنگیز خان کا بدن بھاری بھرکم تھا جبکہ عرفان اللہ سر اُن کے مقابلے میں تھوڑے سے پتلے ہیں۔

عرفان اللہ سر بہت زیادہ ذہین اور خوش اخلاق انسان ہے سادہ زندگی گزارنے میں یقین رکھتے ہے غصے سے ہمیشہ دور رہتے ہے خود بھی ہنستے ہیں اوروں کو بھی ہنساتے ہیں۔ دوسروں کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں اور کبھی قطع کلامی نہیں کرتے۔ اس لیے وہ سارے سٹوڈنٹس کے Favourite ٹیچر ہیں۔

آمنہ پیپر لکھنے میں مصروف ہے جبکہ رضا جو کہ کلاس کا سب سے نالائق سٹوڈنٹ ہے بے کار بیٹھا منہ میں پینسل گھما رہا ہے۔ وہ دونوں ایک ہی بینچ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ رضا کمر کو ترچھی کر کے اُس کے پیپر کی طرف دیکھ رہا ہے لیکن اُسے کچھ نظر نہیں آ رہا۔آمنہ پلیز مجھے اپنا پیپر دکھاؤ تا کہ میں تمہارے پیپر سے لکھ سکوں، اگر تم نے مجھے اپنا پیپر دکھایا تو میں تمہیں دس ہزار روپے دوں گا۔اُس نے دھیمے آواز میں آمنہ سے کہا!

نہیں رضا میں یہ غلط کام نہیں کروں گی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا

ارشاد ہے:

ترجمہ: ''رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخ کی آگ میں ہیں۔''

اگر میں نے تمہیں اپنا پیپر دکھایا تو تم مفت کے نمبروں سے پاس ہو جاؤ گے اور میری محنت کا صلہ تمہیں مل جائے گا۔ سارا دن تم فضول گلیوں میں گھومتے ہو اور جب Exam کا وقت آتا ہے تو اِدھر اُدھر منہ مارتے ہو کہ کہیں سے نقل مل جائے۔ اُس نے رضا کو گھورتے ہوئے کہا۔

رضا جب اُس کی باتیں سنتا ہے تو غصے سے لال ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے ڈیسک کے اندر سے Ink کی بوتل نکال لیتا ہے۔ اُس کا ڈھکن کھولنے کے بعد اُسے آمنہ کے پیپر پر پھینک دیتا ہے۔

اوے ٹکلے یہ تم نے کیا کر دیا! اُس نے غصے میں آکر کہا! جب آمنہ نے اُسے ٹکلا کہا تو سارا کلاس قہقہے لگا کر ہنسنے لگا۔

اوہو! میرے اتنے برے دن بھی نہیں آئے کہ گندی نالی کا کیڑا مجھے ٹکلا کہے گی تمہاری اتنی ہمت!

آمنہ اور رضا کا جھگڑا شروع ہو گیا ہے اور دونوں چُپ ہونے کا نام نہیں لے رہے Examiner دونوں کو کلاس سے باہر کر دیتا ہے۔ چھٹی ہو جانے کے بعد وہ لٹکے ہوئے منہ کے ساتھ گھر چلی جاتی ہے۔ گھر پہنچنے کے بعد بھی وہ بہت زیادہ اُداس ہے۔ کیونکہ آج اُس نے بہت زیادہ خراب پیپر دیا تھا۔ اپنے من کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے وہ باہر چلی جاتی ہے۔ اُن کے گھر کے قریب ایک چھوٹی سی گلی ہے جس میں بچیاں مختلف کھیل، کھیل رہی ہیں۔ وہ بچیوں کو کھیلتا ہوا دیکھ کر بہت زیادہ محظوظ ہو رہی ہے۔

دوسری طرف دور سے کچھ لڑکے آ رہے ہیں۔ اُن لڑکوں میں سے ایک لڑکے

کے ہاتھ میں قینچی ہے۔ جس لڑکے کے ہاتھ میں قینچی ہے وہ رضا ہے اور آمنہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سارے لڑکے اُس کے قریب آ رہے ہیں۔

رضا لڑکوں کو کہہ رہا ہے کہ آمنہ کو پکڑو اور لڑکے اُسے پکڑ لیتے ہیں۔ وہ بہت زیادہ چیختی اور چلاتی ہے لیکن خود کو بچانے میں ناکام ہو جاتی ہے۔ وہ اُس کے لمبے، گھنے بالوں کو قینچی سے کاٹ رہا ہے۔ آمنہ اپنے بالوں کو کٹتا ہوا دیکھ کر زور زور سے رو رہی ہے۔ رضا اور اُس کے دوست سیٹیاں اور قہقہے لگاتے ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک بچی نے جا کر اُس کی ماں کو سب کچھ بتا دیا لیکن جب تک وہ پہنچتی وہ لوگ وہاں سے جا چکے تھے۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب ہے جو اُس کی آنکھوں سے بہہ رہا ہے۔ وہ زمین پر بیٹھی رو رہی ہے۔ اُس کی ماں دوڑ کر اُسے گلے لگا لیتی ہے۔ وہ اور بھی زیادہ دھاڑیں مار کر رونے لگی۔

اُس کی ماں اُسے اپنے ساتھ گھر لے گئی جب اُس کی حالت تھوڑی بہتر ہوئی تو فاطمہ بی بی نے اُس سے پوچھا کہ یہ سب کیسے ہوا؟ آمنہ نے انہیں سارا قصہ سنا دیا۔ اُس کی باتیں سننے کے بعد وہ الماری سے دو سفید چادریں نکال لیتی ہے۔ ایک اُسے دے دیتی ہے اور دوسری خود اوڑھ لیتی ہے۔

امی ہم کہاں جا رہے ہیں؟ آمنہ نے آنسو پونچھتے ہوئے پوچھا۔

''بیٹی میں تمہارے لیے انصاف لینے جا رہی ہوں اور تمہیں میرا ساتھ دینا ہوگا۔'' اُنھوں نے اپنی بیٹی کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

یہ بات کہنے کے بعد دونوں کمرے سے نکل گئیں گھر کو تالا لگانے کے بعد دونوں اپنی منزل کے جانب چل دیں۔ دونوں ایک رکشے میں سوار ہو کر کہیں جا رہی ہیں۔

وہ جو گھر میرے خوابوں کی دنیا کو بیابان بنا کر بنایا گیا میں اُس گھر میں کیسے

جا سکتی ہوں؟ جس آدمی نے میری دُنیا اُجاڑ دی میں اُس سے باتیں کیسے کر سکتی ہوں؟ میں نے قسم کھائی تھی کہ میں کبھی بھی اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گی۔ لیکن میری بیٹی کے لیے مجھے وہ قسم توڑنی ہو گی۔'' اُس کی ماں یہ سب کچھ دل ہی دل میں کہنے لگی۔

مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے رکشہ ایک عالیشان محل نما گھر کے سامنے رُکا۔ رکشے سے اُترنے کے بعد اُس کی ماں نے ڈرائیور کو پیسے دیئے۔ گھر کے مرکزی دروازے کے دونوں طرف دو سیکیورٹی گارڈز کھڑے ہیں۔ فاطمہ بی بی جیسے ہی دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتی ہے گارڈ اُنہیں سامنے سے آکر روک لیتا ہے۔

جی آپ کون؟ گارڈ نے مشکوک انداز میں پوچھا۔ میں فاطمہ سکندر خان کی بہن۔

اچھا تو یہ سکندر خان کی بہن ہے گارڈز قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔

آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ فاطمہ بی بی نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

کیونکہ حلیے سے آپ دونوں تو گداگر لگ رہی ہیں۔ اور صاحب تو دبئ گئے ہوئے ہیں۔ ''دس دن بعد لوٹیں گئے۔'' پھر تم دونوں آجانا بھیک مانگنے کے لیے گارڈ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

امی چلیے یہاں سے یہاں ہمیں بے عزتی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ آمنہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ نہیں بیٹی رُکو۔ اُس کا وہ بدمعاش بیٹا تو گھر پر ہو گا اُسے بلائے اُس کی ماں نے اپنے آنسو کو چھپاتے ہوئے کہا۔

وہ اپنے دوستوں کے ساتھ فلم دیکھنے کے لیے گیا ہے۔ شام کو گھر واپس آئے گا۔ گارڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

آپ ہمیں گھر کے اندر جانے دیں ہم شام تک اُس کا انتظار کریں گے۔ اُس

کی ماں نے التجائیہ انداز میں کہا۔

صاحب نے سختی سے منع کیا ہے کہ اُن کی غیر موجودگی میں کوئی ایرا غیرا اُن کے گھر میں داخل نہ ہو۔ گارڈ نے اپنی ٹوپی کو سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

دونوں ماں بیٹی نم آنکھوں کے ساتھ رکشے میں سوار ہوگئیں۔ راستے میں دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔ رکشے سے اُترنے کے بعد اُس کی ماں گھر تک تھکے ہوئے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی رہی۔ ''وہ ماں جو اپنی بیٹی کے لیے انصاف مانگنے کے لیے گئی تھی۔ اب وہ اتنی بے بس ہو چکی ہے کہ گھر تک چلنا بھی اُسے دشوار لگ رہا ہے کیونکہ آج اُس سے اُس کی حیثیت کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔'' گھر پہنچنے کے بعد وہ دونوں خاموشی سے چارپائی پر بیٹھ گئیں۔

فاطمہ بی بی رضا کے والد سکندر خان کی چھوٹی بہن ہے۔ آمنہ کے والد حسن خان تب وفات پا گئے تھے جب وہ صرف دو برس کی تھی۔ اُس کی ماں لوگوں کے گھروں میں کام کرتی ہے۔ اور فارغ اوقات میں کپڑے سیتی ہے جس کی وجہ سے وہ مہینے کے 10 ہزار کما لیتی ہے۔ غریب ہونے کے باوجود اُس نے اپنی بیٹی کو پرائیویٹ اسکول میں داخل کروایا لیکن اُس نے بھی جلد ہی ثابت کر دیا کہ وہ اپنی ماں کی بیٹی ہے اور اپنے ذہانت کے بل بولتے پر اب وہ اسکالرشپ پر پڑھ رہی ہے۔

☆☆☆

سورج غروب ہونے کے قریب ہے۔ ہماء چھت پر بیٹھی دھوپ کے مزے لے رہی ہے اُس کے والد چارپائی پر لیٹے ہیں جبکہ وہ چھوٹی سی تپائی پر بیٹھی ہے۔

بیٹی آج پیپر کیسا تھا؟ اُس کے والد نے اپنے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

بابا کیا بتاؤں! ''ہم نے پورے سال میں صرف Chapter 1 پڑھا تھا اور پیپر 7 Chapters میں سے آیا تھا۔'' اوپر سے ہماری ٹیچر نے پیپر کے لیے صرف ڈیڑھ گھنٹے کا ٹائم دیا تھا۔ ''جبکہ پیپر کا ٹائم تین گھنٹے ہوتا ہے۔'' باقی سارے سٹوڈنٹس پیپر دینے میں مصروف تھے جبکہ ہم سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے پیپر لیا گیا۔ میں نے تو پیپر میں کچھ نہ کچھ لکھ لیا کیونکہ میں نے گائیڈ سے سب کچھ یاد کرلیا تھا۔لیکن باقی سارے سٹوڈنٹس نے پیپر میں کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔

بیٹی خدا ہی ان ٹیچر کو سیدھا راستہ دکھائے ان کی بھی اولادیں ہیں۔ خدا اُن کی اولاد سے بدلہ لے گا ''اگر وہ ہمارے بچوں کا قیمتی وقت ضائع کرے گا تو خدا اُن سے بدلہ ضرور لے گا۔'' اُس کے والد نے لمبی سانس لیتے ہوئے۔ کہا۔

بابا آپ کی سوچ کب بدلے گی۔ ''خدا صرف اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔'' بابا پرائیویٹ اسکولز کی تعلیم اس لیے معیاری ہے۔ کیونکہ والدین ہر دوسرے دن اپنے بچے کی خبر لیتے ہیں کہ اُس کی پڑھائی کیسی چل رہی ہے'' جبکہ سرکاری اسکولز میں جو بچے پڑھ رہے ہوتے ہیں اُن کے والدین سالوں سال بچے کی پڑھائی کا پوچھتے تک نہیں کیونکہ اُن کے بچوں کو خیراتی تعلیم جو مل رہی ہوتی ہے وہ تو کچھ کہہ ہی نہیں سکتے جبکہ یہ سرکاری اسکولز ہمارے ٹیکسز سے چل رہے ہیں۔'' مجھے اس اسکول میں داخل ہوئے تین سال ہوگئے لیکن ان تین سالوں میں، میں نے کسی کے ماں، باپ کو نہیں دیکھا کہ وہ اسکول آکر ٹیچر سے پوچھے کہ آپ ہمارے بچوں کو کیوں نہیں پڑھا رہے ہے۔ ہمارے ٹیچرز بھی بہت زیادہ خوش ہیں اُن کے خیال میں تو ہم گونگے، بہرے اور اندھے ہیں۔ اگلے سال ہمارے میٹرک کا امتحان ہوگا پھر ہم کیا کریں گے۔'' اور تو اور ہمارے اسکول میں سٹوڈنٹس کو Science Group میں ایڈمیشنز نہیں دے رہے سارے سٹوڈنٹس

کو Arts Group میں ایڈمیشنز دے رہے ہیں۔ پرنسپل صاحبہ کا کہنا ہے کہ سٹاف کی کمی کی وجہ سے ہم Science Group میں ایڈمیشنز نہیں دے رہے مجھے تو Arts کے Subjects پسند ہیں لیکن ''اُن سٹوڈنٹس کا کیا ہوگا جو کہ Medical کی فیلڈ میں جانا چاہتے ہیں۔'' بابا آپ ہی سوچیئے ہمارے گاؤں میں کوئی ڈھنگ کی لیڈی ڈاکٹر ہے اور جو ہے بھی انہوں نے یا تو LHV کیا ہوا ہے اور یا اُن کے پاس جعلی ڈگریاں ہیں۔ ہماء نے جذباتی انداز میں کہا۔

بیٹی ہمت مت ہارو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مغرب کی اذان کے بعد دونوں نماز پڑھنے کے لیے اُٹھ جاتے ہیں۔

☆☆☆

صبح کے ساڑھے سات بج رہے ہیں۔ سورج پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہے۔ آمنہ اسکول میں داخل ہو رہی ہے۔ سارے سٹوڈنٹس اُسے حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ اُس کے بال کٹنے کے بعد شانوں تک چھوٹے ہو گئے ہیں۔ وہ اس ہیئر کٹ میں بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے۔

واو! تمہارا نیو ہیئر سٹائل تمہیں بہت زیادہ سُوٹ کر رہا ہے۔ تمہارا یہ ہیئر کٹ کس سے کرایا ہے؟ شیماء نے متاثر کن انداز میں پوچھا۔

رضا کے ہاتھ میں آمنہ کی چُٹیا ہے اور وہ قہقہے لگاتا ہوا آ رہا ہے۔

''شیماء اس کا یہ خوبصورت ہیئر کٹ میں نے کرایا ہے یہ دیکھو اِس کی چُٹیا۔''

بچپن میں میں نے ایک کہانی پڑھی تھی اُس کہانی میں ایک لومڑی تھی جسے اپنی دُم پہ بہت زیادہ ناز تھا لیکن ایک دن اُس کی دُم کٹ گئی جس کے بعد سب اُسے دُم کٹی لومڑی کہہ کر پکارنے لگے۔ ''آج کے بعد میں تمہیں چُٹیا کٹی آمنہ کہہ کر پکاروں گا۔'' رضا نے تمسخرانہ

انداز میں کہا۔

آمنہ کی چُٹیا دیکھ کر سارے سٹوڈنٹس زور زور سے ہنس رہے ہیں اور اُس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔

آمنہ رضا سے اپنی چُٹیا لینے کی بہت کوشش کرتی ہے لیکن وہ بھاگنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اُسے اتنا بے بس ہوتا ہوا دیکھ کر سارے سٹوڈنٹس زور زور سے ہنس رہے ہیں۔

آمنہ روتی ہوئی کلاس میں داخل ہو رہی ہے۔ رضا ہر وقت آمنہ کو اُس کی کٹی ہوئی چُٹی دکھا کر ستاتا تھا اور وہ اپنے لمبے گھنے بالوں کو دیکھ کر رویا کرتی تھی۔

چھٹی ہو جانے کے بعد آمنہ گھر چلی جاتی ہے گھر جا کر نہ وہ کچھ کھا رہی ہے اور نہ پی رہی ہے بس کمرے میں بیٹھ کر مسلسل رو رہی ہے۔ اُس کی ماں بھی اُس کے پاس آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ بیٹی کیا ہوا تم کیوں رو رہی ہو؟

امی رضا ہر وقت میرا مذاق اُڑاتا رہتا ہے۔ آج اُس نے سارے سٹوڈنٹس کو میری کٹی ہوئی چُٹیا دکھا دی سب میرا مذاق اُڑا رہے تھے۔ اُس نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا۔

بیٹی مایوس مت ہو کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاصْبِرُوْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَo

ترجمہ: ’’اور صبر سے کام لو کہ خدا صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔‘‘

خدا جس انسان سے محبت کرتا ہے تو اُسے آزمائش میں ڈالتا ہے۔ خدا تم سے محبت کرتا ہے اس لیے تمہارے صبر کو آزما رہا ہے۔ اس دنیا میں ہم صرف اور صرف

آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ آزمائش سے گزر کر ہی تو خواہش پوری ہوتی ہے۔

''حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے۔

اَلدَّنیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّتُ الْکَافِرُo

ترجمہ: ''دُنیا مسلمان کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔''

☆☆☆

صبح کے 9 بج رہے ہیں۔ آج پشاور ہائی اسکول فار بوائز اینڈ گرلز میں رزلٹ کا دن ہے۔ سارے سٹوڈنٹس ٹینشن میں اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ پرنسپل صاحبہ نے کہا ہے کہ سارے سٹوڈنٹس ہال میں جمع ہو جائیں تھوڑی دیر بعد رزلٹ Announce ہوگا۔ شافع نے ہڑبڑی میں اپنے ہم جماعت طالب علموں سے کہا۔

سارے سٹوڈنٹس ہال کے اندر جا رہے ہیں۔ جب سارے سٹوڈنٹس ہال میں جمع ہو جاتے ہیں تو ٹیچرز بھی آجاتے ہیں۔ سب بچے اُٹھ کر ٹیچرز کو سلام کر رہے ہیں۔ سارے ٹیچرز اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے ہیں اور پرنسپل صاحبہ سٹیج پر موجود ہیں۔

''اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''

سٹوڈنٹس آپ کو تو پتہ ہے نہ کہ آج ہمارے اسکول میں ''Annual Day'' منایا جا رہا ہے'' جس سٹوڈنٹ نے اچھے مارکس حاصل کیے ہیں اُسے پذیرائی ملے گی۔ اور جس کی کارکردگی خراب رہی اُس کا ایک سال ضائع ہوگا۔'' اب میں رزلٹ Announce کروں گی۔

پرنسپل صاحبہ باری باری ہر کلاس کا رزلٹ سُنا رہی ہیں اور اب کلاس 8th کا

رزلٹ سُنا رہی ہیں۔ سب کی دھڑکنیں دھک دھک کر رہی ہیں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہیں۔ سب سٹوڈنٹس کے دلوں میں ایک عجیب سی کیفیت رونما ہو رہی ہے۔

کلاس 8th میں فرسٹ آئی ہے حبیبہ ملک۔

حبیبہ پلیز آئیے اور اپنا انعام وصول کریں۔

سیکنڈ پوزیشن شاہ زیب خان نے لی ہے۔

شاہ زیب اپنا انعام وصول کر رہا ہے۔

اور تھرڈ سٹوڈنٹ ہے آمنہ خان۔

آمنہ اپنا انعام وصول کر رہی ہے۔ رزلٹ Annouce ہونے کے بعد سارے سٹوڈنٹس اور ٹیچرز ہال سے باہر جا رہے ہیں۔

"آمنہ تمہیں میں نے کیسے برباد کر دیا کلاس میں ہر دفعہ فرسٹ آنے والی لڑکی آج تھرڈ آئی ہے۔ دپښتو هغه متل خو به دی اورېدلے وی چې دا خوله نرے نرے باران دے اخوا کوره چې څه کيږي۔" رضا نے طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

ترجمہ: "پشتو کی وہ کہاوت تو تم نے سُنی ہوگی کہ یہ تو ہلکی ہلکی بارش ہے آگے دیکھ ہوتا کیا ہے۔

رضا تمہارے لیے خاص میں نے کچھ شعر لکھے ہیں۔

"ہم آباد کہاں تھے جو برباد کرو گے
جتنا ستم تو ڈھائے نہ ہم کبھی جھکیں گے
کانٹوں پر چلیں گے، گریں گے، سنبھلیں گے
تو دیکھنا میری پرواز فضاؤں میں"

اوہو! اشعار تو اچھے تھے لیکن میرے سر سے گزر گئے پشتو میں ذرا اس کی تشریح کردوں۔

خه آباده کله وم چي ته به ما برباده کري يعني زما په ژوند کنبي دمخکنبي نه دير زيات مشکلات دي که ته په ما خومره ظلم هم وکري نو زه به ستا پبنوکبني بنکته نه شم دژوند په دي سفر کنبي به دير مشکلات وي په هره لار کبني به غني وي زه به په هغي غنوهم خم په دي لارکنبي به خاے په حاے ځه راوليبزم او پاخم او يوه ورخ به په ما هم وخت راشي اوته به ځما الوت په آسما نونو کبني ويني۔

اب سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔

اشعار تو اچھے تھے لیکن مجھے شک ہے کہ یہ تم نے نہیں لکھے ہیں۔ بلکہ تم نے کسی اور کے اشعار نقل کیے ہیں۔ میرا مطلب چرائے ہیں۔

یہ اشعار میں نے خود لکھے ہیں میں تمہاری طرح نہیں ہوں جسے سہاروں کی ضرورت ہو جو Exam بھی کسی کے سہارے کے بغیر پاس نہیں کرسکتا وہ میری قابلیت پر شک کرے گا۔ اُس نے ہاتھوں سے خود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سہاروں کی ضرورت مجھے نہیں تمہیں ہے میرے بہت سے عزیز و اقارب ہیں جو ہر مشکل میں میرے آگے ڈٹ کر کھڑے ہو جاتے ہیں تم اپنی فکر کرو تمہارے آگے پیچھے تو کوئی بھی نہیں ہے ہمیشہ سے تم تنہا تھیں اور تنہا رہو گی۔ لاوارث کہیں کی۔ اُس نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

مشکلات کو تنہا برداشت کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں لاوارث ہوں بلکہ

میں مضبوط ہوں کیونکہ میں سب کچھ اکیلے سنبھال سکتی ہوں۔ اُس نے جوشیلے انداز کے ساتھ کہا۔

تھوڑی دیر بعد چھٹی ہو جاتی ہے اور سب گھر چلے جاتے ہیں۔ گھر جا کر وہ چُپ چاپ چارپائی پر بیٹھ جاتی ہے۔ اُس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک سیلاب اُمڈ رہا ہے لیکن ماں کو دیکھتے ہی وہ اپنے آنسو چھپا لیتی ہیں۔

آمنہ تم اتنی گُم صُم کیوں بیٹھی ہو اور تمہارا رزلٹ کیسا تھا؟ اُس کی ماں نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ امی کیا بتاؤں! اُس بندر رضا کی حرکتوں کی وجہ سے میں تھرڈ آئی ہوں۔

"بیٹی مایوس مت ہو اور خدا کا شکر ادا کرو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" اُس کی ماں نے اُسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

رضا جب گھر پہنچتا ہے تو اپنے والد کو صوفے پر بیٹھا ہوا دیکھتا ہے۔ سکندر خان ایک باوقار آدمی ہے۔ 50 سال کی عمر کے باوجود اب بھی جوان لگتا ہے۔ کالی مونچھوں اور کلین شیو کے ساتھ وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہا ہے۔ اُس نے قیمتی سوٹ کے ساتھ برانڈڈ گھڑی اور جوتے پہنے ہیں اور صوفے پر رُعب دار انداز میں بیٹھا جوس پی رہا ہے۔

السلام علیکم پاپا۔

وعلیکم السلام بیٹا رزلٹ کیسا تھا؟ اُس کے والد نے گلاس میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

پاپا میں پاس ہوا ہوں رضا نے کپکپائے آواز کے ساتھ کہا۔

اچھا اپنی Progress Report مجھے دکھاؤ۔ اُس کے والد نے مشکوک انداز

میں کہا۔

رضا بیگ سے Progress Report نکال کر اپنے والد کو دے دیتا ہے وہ جب اُسے مارکس دیکھتا ہے تو غصے سے لال پیلا ہو جاتا ہے۔

تمھیں شرم بھی نہیں آئی مجھے یہ رزلٹ دکھاتے ہوئے اتنے کم مارکس آنے کی آخر وجہ کیا ہے؟ سکندر خان نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

پاپا میرے دوست احمد نے Migration کی ہے۔ Exams میں اُس کے وجہ سے میں اچھے مارکس لیتا تھا۔ اور اُس لومڑی آمنہ کو میں نے بہت منتیں کی لیکن اُس نے مجھے ایک لفظ بھی نہیں دکھایا وہ اپنے پیپر کو ایسے چھپا رہی تھی کہ جیسے میں اُسے چُرالوں گا۔ اور انگلش کے پیپر کے دوران میں نے اُس کی پیپر پر سیاہی پھینک دی تھی جس کی وجہ سے وہ تھرڈ آئی ہے۔ رضا نے جھکے ہوئے سر کے ساتھ کہا۔

وہ تھرڈ آئی ہے تمہاری طرح اُس کے مارکس تو کم نہیں ہیں۔ تمھیں مجھے پہلے بتا دینا چاہئے تھا تاکہ میں تمہاری سفارش کروادیتا'' پاکستان کا تعلیمی نظام اتنا کرپٹ ہے کہ جاہل سے جاہل انسان بھی ٹاپ کر لیتا ہے۔ ٹاپ کرنے کے لیے پیسہ چاہئے جو تمھیں پانی کی طرح ملتا ہے۔''

''عقل نہ ہو تو نقل سے کام لو، نقل نہ ہو تو دوست سے کام لو، دوست نہ ہو تو اُستاد سے کام لو اور اگر اُستاد نہ ہو تو سفارش یا رشوت سے کام لو۔ یہی تو ہے۔

Corrupt Educational System of Pakistan

پاپا میں آپ کی باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اُس نے سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے کہا۔

آمنہ نے رزلٹ کی وجہ سے رُو رُو کر اپنا بُرا حال بنا دیا ہے۔ وہ دو دنوں تک

بستر پر لیٹی رہی اور اسکول نہیں گئی۔ وہ پہلی بار کلاس میں تھرڈ آئی تھی اور تھرڈ آنا اُسے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اُسے کیا پتہ ہے کہ یہ زندگی کتنی مشکل ہے اُسے اور کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ کمرے میں بستر پر اُداس پڑی ہے۔

بیٹی سلمیٰ آئی ہے وہ پوچھ رہی ہے کہ تم اسکول جا رہی ہو کہ نہیں۔ کیا تم ساری عمر اسی کمرے میں بیٹھ کر سنیاس کرو گی؟ ''مشکلات کا سامنا کرو نہ کہ اُن سے بھاگو۔ اگر تم مشکلات کا سامنا کرو گی تو وہ تم سے دور بھاگ جائیں گی اور اگر مشکلات سے بھاگو گی تو مشکلات تمہارے پیچھے بھاگیں گی۔'' یہ تکالیف تو عارضی ہوتی ہیں ایک دن ہر کسی کی زندگی میں خوشی آتی ہے۔ بیٹی اگر تمہیں اپنی خواہشیں پوری کرنا ہیں تو تمہیں آزمائشوں کے ان انگاروں پر چلنا ہوگا خواہ تمہارے پیر ہی کیوں نہ جل جائیں۔ اُس کی ماں نے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

ماں کے ڈانٹنے کی وجہ سے وہ اسکول چلی جاتی ہے۔ دونوں کلاس کے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ باقی سٹوڈنٹس بھی کلاس میں موجود ہیں۔ رضا اُس کے سامنے آ کر رُک جاتا ہے۔

کیا کل رات تم روئی تھی تمہاری آنکھیں بہت زیادہ سوجھ سی گئی ہیں اور چہرہ بھی سُرخ سا لگ رہا ہے۔ اُس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

میں روؤں یا ہنسوں تمہیں کیا؟ اُس نے غصے میں آ کر کہا۔ ویسے اگر بُرا نہ مانو تو ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں پوچھو اُس نے بیزاری کے ساتھ کہا۔

تمہارے لمبے گھنے بال اتنے چھوٹے کیسے ہو گئے ہیں؟ رضا نے تجسّس بھرے انداز میں پوچھا۔

میں نے نیا ہیئر کٹ کروایا ہے۔ اُس نے آنکھیں پھیرتے ہوئے کہا۔

تو پھر تمہاری چٹیا اُس دیوار پر کیوں لٹک رہی ہے۔ اُس نے دیوار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ رضا نے آمنہ کی چٹی کو دیوار سے لٹکایا ہے۔ سب بچے اُس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ وہ روتی ہوئی کلاس سے باہر چلی جاتی ہے۔

☆☆☆

مون سون کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ تھوڑی دیر بارش رُکتی ہے اور پھر دوبارہ برسنا شروع ہو جاتی ہے۔ بارشوں کے ساتھ ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی ہیں۔ سارے سٹوڈنٹس کلاس میں بیٹھے بارش کا مزہ لے رہے ہیں۔ سر اصغر کلاس لینے کے لیے آ رہے ہے۔ سارے سٹوڈنٹس اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور کتابیں نکال لیتے ہیں۔ سر اصغر کلاس کے اندر داخل ہو گئے ہیں سارے سٹوڈنٹس اُنہیں السلام علیکم کہہ رہے ہیں۔

وعلیکم السلام گڈ مارننگ سٹوڈنٹس۔

گڈ مارننگ سر۔

سٹوڈنٹس آپ کو تو پتہ ہے کہ ماحولیاتی آلودگی دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔ اس لیے آپ سب کتابیں بند کر دیجیے۔ آج میں آپ کو ماحولیاتی آلودگی سے آگاہ کروں گا۔

''ماحولیاتی آلودگی سے مراد قدرتی ماحول میں ایسے اجزاء کا شامل ہونا ہے جس سے ماحول میں منفی اور ناخوشگوار تبدیلیاں واقع ہوں۔''

ماحولیاتی آلودگی میں اضافے کی وجہ انسانی سرگرمیاں ہیں۔ کارخانے اور دوسری صنعتیں ایک طرف تو فائدے مند ہیں تو دوسری طرف اس کے زیریلے دھوئیں سے فضا آلودہ ہوتی ہے۔ کارخانوں کے فضلات کو پانی میں بہایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے آبی آلودگی پیدا ہوتی ہے۔ سٹوڈنٹس کیا آپ کو پتہ ہے؟ کہ گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں فضائی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح ہم پلاسٹک بیگ کا بے تحاشا استعمال

کرتے ہیں۔ جو ہمارے ماحول کو اندر سے کھوکھلا کر رہا ہے۔ ہم جگہ جگہ گندگی پھینکتے ہیں۔

''آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: ''صفائی نصف ایمان ہے۔''

ہم اپنی رہائش کی صفائی کر کے کچرا اِدھر اُدھر پھینک دیتے ہیں۔ جبکہ ہمیں ایسا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم جنگلات سے درخت کاٹ رہے ہیں جس کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔'' سر اصغر نے اپنے ہاتھوں کو مختلف زاویوں میں ہلاتے ہوئے کہا۔

''انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے جنگلوں سے قیمتی حشرات اور مختلف نوع کے جانوروں کی نسلیں ختم ہو رہی ہیں۔ سٹوڈنٹس ایسی بہت سی اور بھی انسانی سرگرمیاں ہیں جن کی وجہ سے ماحولیاتی آلودگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن اُس پر ہم کل بحث کریں گے۔ Good Bye''

تھوڑی دیر بعد چھٹی ہو جاتی ہے اور آمنہ گھر چلی جاتی ہے نماز پڑھنے اور کھانا کھانے کے بعد وہ گھر کی دیواروں اور چھتوں کو غور سے دیکھ رہی ہے۔ اُن کا گھر خستہ حال، مٹی سے بنا ہوا اور چھوٹا سا ہے۔ جو چار کمروں اور ایک چھوٹے سے کچن پر مشتمل ہے۔

امی مجھے آپ سے کوئی بات کرنی ہے۔

کہو بیٹی کیا کہنا چاہتی ہو۔ اس کی ماں نے شفقت کے ساتھ کہا۔

''امی ماہرین کہہ رہے ہیں کہ جنگل سے مختلف قسم کے جانوروں اور پرندوں کی نسل ختم ہو رہی ہیں۔'' یہ لوگ کتنے بے وقوف اور عقل سے اندھے ہیں انہیں کیا اپنے گھر نظر نہیں آتے ہمارے گھروں کو تو ان جانوروں نے چڑیا گھر میں تبدیل کر دیا ہے۔ چھپکلیاں ،بلیاں، سانپ، مینڈک، بچھو، کتے اور کیڑے مکوڑے ہر قسم کے جانور اور حشرات ہمارے

گھروں میں موجود ہیں۔ جانور اور حشرات جنگلوں سے گھروں کو ہجرت کر رہے ہیں۔ پھر بھی کہتے رہتے ہیں کہ جنگلوں سے جانوروں کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ ”مجھے تو اپنا گھر ایک جنگل لگتا ہے کیونکہ ہمارے گھر میں جانوروں اور حشرات کی تعداد ہمارے مقابلے میں زیادہ ہے۔“ اُس نے معصومیت بھرے انداز میں کہا۔

”اپنی یہ بکواس بند کرو، اور مدرسے جاؤ دیر ہو رہی ہے۔“ اُس کی ماں نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

وہ مدرسہ چلی جاتی ہے۔ مدرسے سے آنے کے بعد وہ کبھی ایک کمرے میں داخل ہوتی ہے اور کبھی دوسرے میں۔ وہ چھتوں اور دیواروں کو غور سے دیکھ رہی ہے۔

”اب کیا ہوا ؟ تم پھر کیوں چھتوں اور دیواروں کو غور سے دیکھ رہی ہو؟“ اُس کی ماں نے پیشانی پر بل لاتے ہوئے پوچھا۔

”امی مدرسے میں لڑکیاں کہہ رہی تھی کہ بارشوں کی وجہ سے بہت سے کچے گھر گر گئے ہیں۔“ امی ہمارا گھر بھی تو کچا ہے کہیں ہمارا گھر بھی بارشوں کی وجہ سے ،گر نہ جائے۔“ اُس نے زرد چہرے کے ساتھ کہا۔

بیٹی اگر ہماری موت کا وقت مقرر ہے تو پکا گھر بھی ہم پر گر سکتا ہے کیونکہ خدا کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔” ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے موت سے تو ہم بھاگ نہیں سکتے۔“ اُس کی ماں نے ہاتھوں کے اشارے کے ساتھ کہا۔

یہ صحیح ہے کہ موت سے تو ہم بھاگ نہیں سکتے لیکن اِس کباڑ خانے سے تو باہر نکل سکتے ہیں۔ امی ہم کب تک اِس کباڑ خانے میں رہیں گے۔ میری فرینڈ حسینہ کے والد نے بھی نیا گھر بنوالیا ہے۔“ آمنہ نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

”آمنہ تمہیں سمجھ میں نہیں آتا نیا گھر ہم کیسے بنالیں اتنے پیسے کہاں سے آئیں

گے۔'' اُس کی ماں نے شکن زدہ تاثر کے ساتھ کہا۔

امی آپ تو کروڑ پتی ہیں لیکن آپ کا وہ کنجوس بھائی کب آپ کو آپ کا حق دے گا۔امی آپ ماموں پر کیس کیوں نہیں کرتیں؟میں جب بھی آپ کو آپ کا حق مانگنے کا کہتی ہوں تو آپ خاموش کیوں ہو جاتی ہیں؟ کیوں امی آخر کیوں؟''اُس نے جوشیلے انداز میں پوچھا۔

''بیٹی ابھی تم چھوٹی ہو یہ باتیں تمہاری سمجھ سے باہر ہیں جب تم بڑی ہو جاؤ گی تو سب سمجھ جاؤ گی۔''اُس کی ماں نے اپنے آنسوؤں کو چھپاتے ہوئے کہا۔

اگر ایسا ہے تو میں بڑی ہوکر وکیل بنوں گی اور ماموں سے اُن کی ساری جائیداد چھین لوں گی۔اُس نے ہٹ دھرمی کے ساتھ کہا۔

چپ ہو جاؤ! جھوٹی کبھی کہتی ہے کہ میں ٹیچر بنوں گی۔کبھی کہتی ہے کہ میں پولیس سروس جوائن کروں گی،کبھی پائلٹ،کبھی ڈاکٹر،کبھی وکیل۔تم آخر بننا کیا چاہتی ہو۔''خالی ہاتھ خواب ہزار یہ تو ناممکن ہے۔''تم یہ کیسے کرو گی؟ایک انسان ایک وقت میں اتنے سارے کام کیسے کرسکتا ہے؟''اُس کی ماں نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

''امی میں یہ سب اکیلے نہیں کروں گی۔''جب میں ٹیچر بنوں گی،تو سارے سٹوڈنٹس کو خوب محنت سے پڑھاؤں گی۔اور جب سٹوڈنٹس کو سبق اچھے سے یاد ہوگا۔تو پھر کوئی ڈاکٹر بنے گا،کوئی آرکٹیک،کوئی پائلٹ،کوئی انجینئر۔لیکن امی وکیل تو میں ضرور بنوں گی اور ماموں کو اُن کی غلطیوں کی سزا دلواؤں گی۔اُس نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

بیٹی اگر تم وکیل بن بھی جاؤ تو میں تمہیں اس طرح کا ظلم نہیں کرنے دوں گی۔بیٹی یہ وقت بھی گزر جائے گا۔''اگر آج ہمارا بُرا وقت چل رہا ہے تو کل اچھا وقت آئے

گا۔"تمہیں تو خُدا کا شکر ادا کرنا چاہیے، کہ خدا نے تمہیں سر چھپانے کے لیے چھت تو دی ہے۔ آج بھی دنیا میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں، جن کے سروں پر چھت نہیں ہے اور دن، رات، سڑکوں پر گزار رہے ہیں تم اُن لوگوں کی زندگی کو دیکھو تم اپنی زندگی کو اُن لوگوں کی زندگی سے 10 گنا بہتر محسوس کرو گی۔ ہمارے اُوپر جب بھی کوئی آزمائش آجائے تو ہمیں اُن لوگوں کی تکلیف کو محسوس کرنا چاہیے جو ہم سے بڑی آزمائش میں مبتلا ہوں۔ ایسا کرنے سے ہمیں اپنی تکلیف معمولی سی بھی نہیں لگے گی اور ہم اپنے حال پر خُدا کا شکر ادا کریں گے۔" اُس کی ماں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"امی آپ کی درد بھری باتیں سُن کر میں نے فیصلہ کیا کہ میں NGO جوائن کروں گی اور غریب لوگوں کی مدد کروں گی۔" اُس نے اپنی ماں کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"جب تم بڑی ہو جاؤ گی تب یہ سب کچھ دیکھا جائے گا۔ اب سو جاؤ دس بجنے والے ہیں اور ہمارے دین میں دیر سے سونے اور اُٹھنے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔" اُس کی ماں نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی امی حضور آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔" آمنہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بیٹی زندگی کے سفر میں تمہیں قدم قدم پر کانٹے ملیں گے۔ تمہیں اُن کانٹوں سے خود کو بھی بچانا ہے اور اپنوں کو بھی۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گی تو تم اس بھیڑ سے بھری دُنیا میں اکیلی رہ جاؤ گی۔ اور سب تم سے منہ موڑ لیں گے۔" اُس کی ماں نے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

جی امی! اوس مالہ ذیر زیات خوب راغلے دے خہ اوس اُودہ کیبزم او رخہ بہ ستا سو پہ نصیحت عمل کوم۔ انشاءاللہ!"

ترجمہ: جی امی مجھے بہت زیادہ نیند آرہی ہے میں سونے جارہی ہوں اور انشاء اللہ میں آپ کی باتوں پر عمل کروں گی۔!

☆☆☆

صبح کے 10 بج رہے ہیں سٹوڈنٹس کلاس میں بیٹھے باتیں کرر ہے ہیں۔بارشوں کی وجہ سے موسم خوشگوار سا ہو گیا ہے۔اس لیے سب بہت زیادہ خوش ہیں۔

''ہماء میم گلستان نے جو Presentation دی تھی کیا تم نے وہ تیار کی ہے؟ میں نے تو تیار نہیں کی ہے اب کیا ہو گا؟''فرشتہ نے مایوسی کے ساتھ کہا۔

ہاں فرشتہ میں نے جندول کے مسائل پر ایسی پریزینٹیشن تیار کی ہے کہ میم حیران ہو جائیں گی۔ ہماء نے اعتماد بھرے انداز میں کہا۔

میم گلستان کلاس میں داخل ہو رہی ہے۔

''میم السلام وعلیکم!''

''وعلیکم السلام !سٹوڈنٹس سب بیٹھ جائیں۔سٹوڈنٹس میں نے آپ کو جو Presentation دی تھی کیا آپ نے تیار کی ہے؟''اُنہوں نے اشیاق کے ساتھ پوچھا۔میم گلستاں متوازن شخصیت کی مالک ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ خوش اخلاق بھی ہیں۔اُنہیں اسکول میں آئے تھوڑے دن ہی ہوئے ہیں اور آتے ہی سب کی Favourite ٹیچر بن گئی۔ ہماء اُٹھ رہی ہے۔

''میم میں نے تیار کی ہے۔'' ہماء نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''سٹوڈنٹ یہاں آؤ اور پریزینٹیشن شروع کرو۔''میم گلستاں نے Lectern کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

''السلام علیکم!''

سٹوڈنٹس: وعلیکم السلام۔

میرا نام ہماء ہے میں کلاس 9th کی سٹوڈنٹ ہوں آج میں آپ کو جندول کے مسائل کے بارے میں بتاؤں گی۔

''ریاست جندول برطانوی راج کے دوران ایک چھوٹی سی پشتون ریاست تھی۔''

جندول ایک خوبصورت علاقہ ہے۔ ہر طرف ہریالی اور درخت ہیں۔ یہاں کے پہاڑ اتنے خوبصورت ہیں کہ جنہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے۔ کہ کوئی خوب صورت پہاڑوں والی Painting آپ کے سامنے کھڑی ہے۔ ہر طرف سفید بہتی ندیاں ہیں اور ندیوں کے اُوپر خوب صورت پلیں ہیں۔ یہاں کے لوگ سادہ زندگی گزارتے ہیں کیونکہ سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ نہ بجلی، نہ پانی پھر بھی زندگی ہے جاری۔'' یہاں کے بعض علاقوں میں تو بجلی تھوڑی بہت ہوتی ہے جبکہ بعض علاقوں میں بجلی نمبر پر ہوتی ہے۔ ایک دن ایک علاقے کا نمبر ہوتا ہے تو دوسرے دن دوسرے علاقے کا۔ یہ سلسلہ سالوں سے چل رہا ہے۔''

پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت کنویں کھودے ہیں۔ یہاں صحت کی سہولیات کا شدید فقدان ہے۔ ڈاکٹرز بھی ایسے ہیں کہ اگر آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں تو ٹھیک ہونے کے بجائے اور بیمار ہو جائیں گے۔'' کیونکہ یہاں کی ادویات جعلی ہوتی ہیں۔'' کچھ دنوں پہلے ہمارے ایک رشتہ دار ہمارے گھر آئے تھے وہ صاحب کہہ رہے تھے کہ میں جو دوائیاں بیچتا ہوں وہ ساری جعلی ہوتی ہیں اور کسی کی صحت پر کوئی اثر نہیں کرتی۔ اس لیے لوگوں کو چاہیئے کہ دوائی کھانے کے بعد ایک گلاس دودھ پی

لے۔ دوائی تو اُن پر ویسے بھی اثر نہیں کرے گی۔ البتہ ہوسکتا ہے کہ دودھ پینے سے وہ صحت یاب ہوجائیں۔ اور پھر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔

اب ہم قانون کے راج کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ یہاں پر قانون کا راج تو نہیں ہے لیکن جنگل کا قانون ضرور ہے۔ آئے دن با اثر لوگ غریب لوگوں کی زمینیں ہڑپ کر لیتے ہیں لیکن پولیس خاموش، سارے لوگ منشیات فروش لیکن پولیس خاموش، اولاد والد کے قاتل لیکن پولیس خاموش، یوٹیلٹی سٹورز پر با اثر لوگوں کا راج لیکن عوام خاموش، سرکاری اسکولز میں ٹیچرز کی موج مستیاں لیکن والدین خاموش، آخر ہماری زبانوں پر یہ جو تالے ہیں یہ کب کھُلیں گے کب ہمارا ضمیر جاگے گا۔ اور کب ہم ضمیر کی آواز کو سُنیں گے۔

"یہاں کے تعلیمی اداروں کی بات کی جائے تو بعض اسکولز اور کالجز میں بجلی کا نام و نشان ہی نہیں اور بچے سخت سردی میں ٹھنڈے فرش پر بیٹھتے ہیں۔ سرکاری اسکولز میں تو ٹیچرز کی شدید قلت ہے۔ اگر ٹیچرز آ بھی جائیں تو سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے دن بھاگ جاتے ہیں۔" اور جو ٹیچرز موجود ہوتے ہیں وہ پڑھاتے تو نہیں البتہ مغلوں کی طرح عوام کے ٹیکس پر عیش کرتے ہیں۔ اور دو تین سال میں بنگلے کھڑے کر دیتے ہیں۔ کمپیوٹر لیب اور دوسری لیبارٹریز کو دیکھنے کا تصور تو بچے خواب میں بھی نہیں کر سکتے۔

"پاکستان کے سرکاری تعلیمی اداروں میں غریب کا پھول جیسا بچہ تعلیم حاصل کرتے کرتے مُرجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اُسے موسم کی سختیاں، ٹیچرز کی غفلت اور ڈانٹ، والدین کا دباؤ، معاشی حالات اور مستقبل کی فکر وغیرہ جیسی تکالیف اکیلے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اور بچے کو بیک وقت اسکول میں ٹیچر، والد اور شاگرد کا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔ اِسی وجہ سے ہمارے پیارے جندول کو جاہل نگر کہتے ہیں۔" ہماء نے بھرپور جذبے کے ساتھ

یہ سب کچھ کہا۔

’’میری Presention ختم ہوگئی اگر آپ میں سے کوئی سوال پوچھنا چاہتا ہے تو پوچھے۔‘‘ اُس نے سب سٹوڈنٹس سے پوچھا۔

کسی نے بھی اُس سے سوال نہیں پوچھا۔ اور وہ بیٹھ گئی۔

’’سٹوڈنٹس میں یہاں نئی ہوں لیکن میں نے یہ بات نوٹس کی ہے کہ ٹیچرز آپ کو صحیح طریقے سے پڑھاتے نہیں اور آپ کے ساتھ سٹوڈنٹس کلاسز لیتے ہیں کیا آپ اس کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتے؟‘‘ میم نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

’’میم یہ لوگ اپنے حق کے لیے آواز نہیں اُٹھا سکتے یہ لوگ تو ہمیشہ سے معجزوں کے منتظر رہتے ہیں۔ لیکن معجزے باہمت لوگوں کی زندگی میں رونما ہوتے ہیں۔ سُست اور کاہل لوگوں کی زندگی میں نہیں۔‘‘ ہم جب سے یہاں آئے ہیں۔ ہمیں ٹیچرز نہیں اسکول کی لڑکیاں پڑھا رہی ہیں۔ مجال ہے کہ کسی نے اُف تک کیا۔ باقی دنیا 2016ء میں جی رہی ہے لیکن ہم اب بھی 1916ء میں جی رہے ہیں۔ میم کنٹین سے ہمیں پانچ روپے والے چپس چھ روپے کے ملتے ہیں تاکہ ٹیچرز کو اُن کی کمیشن مل سکے۔ اور تو اور میں جب بھی ٹیچر کو کہتی ہوں۔ کہ کلاس لینے کے لیے آئیں تو یہ لوگ میرے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ ہمیں کلاس نہیں لینی۔ میم اب آپ ہی بتائیں ایسے لوگوں کا کیا بنے گا؟‘‘ اُس نے ماتھے پر بل لاتے ہوئے کہا۔

سٹوڈنٹس اگر آپ اپنے حقوق کے لیے آواز نہیں اُٹھائیں گے۔ تو کون آپ کے لیے آواز اُٹھائے گا۔ حق کسی کو تحفے میں نہیں دیا جاتا، بلکہ اپنا حق مانگنا پڑتا ہے۔‘‘ خُدا بھی اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔‘‘ سٹوڈنٹس کلاس کا ٹائم ختم ہوا میں چلتی ہوں۔ خدا حافظ!

کلاس ختم ہونے کے بعد سٹوڈنٹس پھر سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔

☆☆☆

صبح کے نو بج رہے ہیں آج اسکول میں فنکشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ رضا بھی اپنے دوستوں کے ساتھ ہال کے باہر کھڑا فنکشن کا تذکرہ کر رہا ہے۔

''یار میں نے فائنل کر دیا ہے کہ میں شاہ رُخ خان اور کاجول کے نئے گانے جنم جنم پر ڈانس کروں گا کتنا مست گانا ہے۔ بارش والا سین اور اُوپر سے میوزک واو!'' آمنہ اُس سے تھوڑی دور کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی ہے۔ وہ اُس کے قریب آ کر رُک جاتی ہے۔

رضا ویسے میں بھی شاہ رُخ خان کی بہت بڑی فین ہوں۔ اُس نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اُسے مخاطب کیا۔

میں بھی شاہ رُخ خان کا بہت بڑا فین ہوں کیونکہ میں اُس کی طرح دِکھتا ہوں۔ رضا نے فخر سے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

تم شاہ رُخ خان کی طرح دِکھتے ہو لیکن اُس کے بال بہت زیادہ گھنے اور سلکی ہیں۔ اُس نے طنز بھرے انداز میں کہا۔

اور تم بھی کاجول کی طرح دِکھتی ہو لیکن کچھ کچھ ہوتا ہے فلم والی کاجول کیونکہ تمہارے بال بھی اُس کی طرح چھوٹے ہیں۔ اُس نے جل کر کہا۔

''میرے بال چھوٹے ہیں پر ہیں تو سہی تمہارے سر کی طرح اُجڑا چمن تو نہیں ہے۔'' آمنہ نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے مجھے، اُجڑا چمن کہا تم تو ssshhhh......Phir koi Hai ڈرامے میں جو ڈائن ہوتی ہے وہ ہو جس سے سب ڈرتے ہیں۔ بھوتنی کہیں کی جب تم

میک اپ کرتی ہو تو بکری کی طرح دِکھتی ہو ہر وقت بکری کی طرح میں میں میں کرتی رہتی ہو بکری کہیں کی۔'' اُس نے چہرے پر بگڑے تاثرات لاتے ہوئے کہا۔

رضا اور آمنہ دونوں کا جھگڑا شروع ہو گیا آخر کار ٹیچر نے آ کر یہ جھگڑا بند کروا دیا۔

☆☆☆

مارچ کا مہینہ ہے۔فضاء میں ہلکی ہلکی خنکی ہے۔مارچ کے مہینے میں سورج کے سامنے بیٹھنے کا کچھ الگ ہی مزہ ہوتا ہے۔نویں جماعت کا امتحان شروع ہو چکا ہے۔آج آمنہ نے پہلا پیپر دے دیا۔

''بیٹی آ گئیں تم پیپر کیسا تھا؟'' اُس کی ماں نے محبت بھرے انداز میں پوچھا۔

''ہاں امی پیپر بہت زیادہ آسان تھا مجھے سارے سوالات یاد تھے۔'' لیکن امی باقی سارے سٹوڈنٹس نقل کر رہے تھے۔کسی کے لیے والد،کسی کے لیے بھائی اور کسی کے لیے ٹیچر نقل لا رہا تھا۔بعض نے تو پیپر میں اپنی جگہ اپنے بھائی کو بٹھا دیا تھا۔'' یہاں تک کہ سرکاری عملہ بھی نقل میں ساتھ دے رہا تھا'' کوئی رشوت سے کام چلا رہا تھا تو کوئی سفارش سے ،بعض سٹوڈنٹس تو موبائل کے ذریعے سوالات حل کر رہے تھے۔اور امی آپ کو پتہ ہے۔'' آج اسلامیات لازمی کا پیپر تھا اور یہ لوگ نقل اپنے نیچے چھپا رہے تھے اور جب مطلب پورا ہوا تو اُسے اِدھر اُدھر زمین پر پھینک دیا۔کیا یہ قرآن مجید کی سرعام تضحیک نہیں ہے۔'' اُس نے مایوسی بھرے انداز میں کہا۔

بیٹی مایوس مت ہو کیونکہ مایوسی گناہ ہے۔'' خدا تمہیں ایک دن تمہارا حق ضرور دے گا۔'' اگر یہ سب نقل باز پوزیشن بھی لے لیں تو اِن کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اُن کے پاس قابلیت نہیں ہوگی۔اُس کی ماں نے بھرپور یقین کے ساتھ کہا۔

امی ان پوزیشنز کی بنیاد پر آگے جا کر انہیں بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں داخلے ملیں

دگے۔ یہ امیر لٹیرے پیسوں کے عوض بڑی بڑی سیٹیں خرید لیتے ہیں۔ اور بیچارا غریب سالوں کی محنت اور قابلیت کے باوجود نوکری کے لیے سالوں تک ترستا رہتا ہے۔ غریب کے پاس محنت اور قابلیت کے سوا ہوتا ہی کیا ہے جو پاکستان میں رسوا و بدنام ہے۔ اور اگر غلطی سے کسی غریب کو نوکری مل جائے تو دوسرے دن غربت کے طعنے دے کر اُسے نکال دیا جاتا ہے۔'' اُس نے درد بھرے انداز میں کہا۔

''بیٹی ایسا مت کہو پاکستان میں محنتی اور قابل انسان کی بہت قدر کی جاتی ہے۔'' اُس کی ماں نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''امی پاکستان میں محنت کی نہیں بلکہ طاقت کی قدر کی جاتی ہے۔ کیونکہ طاقت میں عظمت ہے۔''

''بیٹی تم اس طرح سے بات بات پر مایوس کیوں ہو جاتی ہو؟'' اُس کی ماں نے پوچھا۔

''امی میں کب مایوس ہوتی ہوں میں نے سوچ لیا ہے کہ میں پاکستان کی وزیراعظم بنوں گی۔'' اگر باقی راہنما عوام کے لیے ایک کام کریں گے۔ تو میں اُن سب سے چار قدم آگے رہوں گی اور عوامی فلاح و بہود کی طرف خصوصی توجہ دوں گی۔ اگر کوئی پاکستان کو میلی آنکھ سے دیکھے گا تو اُس کی آنکھیں نکال کر میں کسی اندھے کو لگا دوں گی اسی طرح سے دشمن پر بھی میرا رُعب چھا جائے گا اور اندھے لوگوں کو بینائی بھی مل جائے گی۔ اُس نے بلند حوصلوں کے ساتھ کہا۔

''چپ ہو جاؤ! مجھے تو لگ رہا ہے کہ کہیں تم پاگل نہ ہو جاؤ۔'' کیا سارے مسائل کو حل کرنے کا تم نے ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

امی آپ مجھے لے کر Sensitive ہو جاتی ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ'' پاکستان کے

سارے لوگ گونگے، بہرے اور اندھے ہیں‘‘ اور ان گونگوں، بہروں اور اندھوں میں ایک میں ہی پوری طرح سے ٹھیک ہوں اور دنیا کے حالات سے باخبر ہوں۔ پاکستان کے بارے میں، میں نہیں سوچوں گی۔ تو کون سوچے گا؟ باقی عوام تو اپنے ذاتی چونچلوں میں اُلجھی رہتے ہیں۔

کوئی Tension میں مبتلا ہے، کوئی Heart Patient ہے، کوئی Mental ہے، کسی کو گُردوں کی بیماری ہے اور کسی کو غریبی کی بیماری ہے۔ ’’ایک میں ہی ہوں جس کو پاکستان کے اچھے مستقبل کی فکر رہتی ہے۔‘‘ اُس نے فخریہ انداز میں کہا۔

اوہ! اپنے مُنہ میاں مٹھو تم جو یہ بکواس کر رہی ہو کیا یہ اتنا آسان ہے اس راہ میں تمہیں ٹھوکروں کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اُس کی ماں نے سادگی کے ساتھ کہا۔

’’امی مجھے ٹھوکریں بھی قبول ہیں۔ کیونکہ ٹھوکر کھا کر ہی انسان سنبھلتا ہے اور جب تک ٹھوکر نہیں لگتی تب تک انسان اپنی صلاحیتوں سے بے خبر رہتا ہے لیکن جب ٹھوکر لگتی ہے تو انسان ہیرا بن جاتا ہے۔‘‘

مجھے تو تمہارا یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آیا، تم سوچو نہ ہم دونوں نے کتنی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ لیکن ہم ہیرا تو کیا زیرا بھی نہ بنے۔ اگر ٹھوکریں کھا کر ہم چاندی بھی بن جاتے تو بھی اچھا ہوتا۔‘‘ اُس کی ماں نے معصومیت بھرے انداز میں کہا۔

امی آپ بہت زیادہ بھولی ہیں یہ باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ اُس نے ہنستے ہوئے کہا اور چارپائی سے اُٹھ گئی۔

☆☆☆

دوپہر کا وقت ہے موسم انتہائی حسین ہے۔ رضا لان میں بینچ پر بیٹھا موسم کو انجوائے کر رہا ہے۔ لان کے درمیان چھوٹی سے پگڈنڈی ہے۔ یہ پگڈنڈی گیٹ سے شروع ہو کر گھر

کے مرکزی دروازے تک جاتی ہے۔سکندر خان پگڈنڈی پر چل کر گھر کے اندر داخل ہو رہا ہے۔وہ جب اپنے والد کو دیکھتا ہے تو اُچھلتا کُودتا ہوا گھر کے اندر چلا جاتا ہے۔کیونکہ وہ ایک مہینے بعد گھر واپس آیا ہے۔'' اُس نے اپنے بیٹے کو دیکھتے ہی گلے لگایا۔

''پاپا میں آپ کو بہت زیادہ مِس کر رہا تھا آپ ہمیشہ سے مجھے نوکروں کے بھروسے چھوڑ دیتے ہیں۔'' اُس نے اپنے والد کی کمر پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

میرے پیارے بیٹے تم بھی مجھے بہت زیادہ یاد آرہے تھے۔وہاں رہ کر بھی میرا دل یہاں رہتا تھا ہر وقت اِسی سوچ میں رہتا کہ تم نے کھانا کھایا ہوگا کہ نہیں،کہیں تم بیمار تو نہیں پڑ گئے،تمہارا امتحان کیسے چل رہا ہوگا؟'' اُس کے والد نے اُس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''پاپا آپ پریشان مت ہو،میں نے فرسٹ کلاس امتحان دیا ہے،انشاء اللہ ! میں ہی فرسٹ آؤں گا۔'' اُس نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ کہا۔

اور آمنہ نے کیسے پیپرز دیئے تھے؟

''پاپا وہ بکری بہت زیادہ چالاک ہے۔اُس نے تھوڑی سی بھی نقل نہیں کی۔'' پر وہ بکری چاہے جتنی بھی چالاکی دکھائے فرسٹ تو میں ہی آؤں گا۔مجھے تو لگتا ہے کہ اس سال وہ تھرڈ بھی نہیں آئی گی کیونکہ سارے سٹوڈنٹس بہت زیادہ نقل کر رہے تھے۔دونوں صوفے پر بیٹھے باتوں میں مشغول ہو گئے۔

امتحان ختم ہو جانے کے بعد سارے سٹوڈنٹس کو رزلٹ کا بڑی بے صبری سے انتظار ہے۔آمنہ کی بھی رزلٹ نے نیندیں حرام کر دی ہیں۔اُس کی ماں چارپائی پر بیٹھی چاول چُن رہی ہیں۔وہ بھی چارپائی پر بیٹھ جاتی ہے۔

''بیٹی تمہارا رزلٹ کب آئے گا؟'' اُس کی ماں نے شفقت کے ساتھ پوچھا۔

''امی رزلٹ تین مہینے بعد Announce ہوگا اتنا انتظار مجھ سے نہیں ہوگا ایسا نہ ہو کہ رزلٹ کا انتظار کرتے کرتے میں مرجاؤں۔'' اُس نے بیزاری کے ساتھ کہا۔

بیٹی ایسا مت کہو مریں تمہارے دشمن تم کیوں اُداس ہو تم نے تو بہت زیادہ محنت کی ہے۔ انشاءاللہ تم ہی فرسٹ آؤ گی۔ اُس کی ماں نے اُسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

''امی مجھے پتہ ہے کہ میں نے بہت زیادہ محنت کی ہے'' لیکن یہ تین مہینے انتظار مجھ سے نہیں ہوگا۔ Home Exams کا نظام مجھے اس وجہ سے بہت زیادہ پسند ہے کہ اس میں کسی کے ساتھ ناانصافی بھی نہیں ہوتی اور رزلٹ بھی جلد آؤٹ ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف Board Exams نقل، رشوت، سفارش، بے انصافی، اقرباء پروری اور وقت کے ضیاع کا گڑھ ہے۔

''بیٹی صبر سے کام لو، یہ تین مہینے بھی گزر جائیں گے۔''

وہ رزلٹ کے لیے بہت زیادہ بے قرار تھی۔ بڑی مشکل سے تین مہینے گزر گئے۔ رزلٹ آؤٹ ہونے میں ایک دن باقی ہے۔

سارے سٹوڈنٹس کلاس کے اندر گروپس کی شکل میں بیٹھ کر اپنے کارناموں کا ذکر کر رہے ہیں۔ اتنے میں رضا اُس کے پاس آجاتا ہے۔ وہ اپنی چیئر پر بیٹھی ہوئی ہے۔

''آمنہ تم اس سال کون سا کارنامہ سرانجام دو گی۔''

''انشاءاللہ! اس سال میں فرسٹ آؤں گی۔'' اُس نے فخر سے کہا۔

تم کب اپنے خوابوں کی دُنیا سے باہر نکلو گی۔ ''تم جیسے لوگوں کے خواب تو ہمیشہ سے ادھورے رہ جاتے ہیں۔ اس سال میں فرسٹ آؤں گا۔'' اُس نے متکبرانہ انداز کے ساتھ ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''محنت میں نے کی ہے اور فرسٹ تم آؤ گے یہ ہو ہی نہیں سکتا'' تم تو سارا دن کھیل

کُو دمیں گزارتے ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔اُس نے بے یقینی سے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

آمنہ تم نے وہ شعر تو سُنا ہوگا۔

کونسا شعر؟

کھیلو گے ،کھودو گے تو بنو گے نواب

پڑھو گے، لکھو گے تو ہوگے خراب

''چلو ایک شرط لگاتے ہیں اگر تم فرسٹ آئی تو تم میرا مُنہ ہال میں سب کے سامنے کالا کرو گی ۔اور اگر میں فرسٹ آیا تو میں تمہارے ساتھ ایسا کروں گا۔''

''مجھے منظور ہے۔''اُس نے تیور دکھاتے ہوئے کہا۔

دوسرے دن رزلٹ آؤٹ ہو جاتا ہے آمنہ نے جب اپنا رزلٹ دیکھا تو اُسے شاک سا لگا۔بے قراری کے عالم میں وہ کمرے سے نکل گئی۔

بیٹی تمہارا رزلٹ کیسا ہے؟اُس کی ماں نے بے قراری کے ساتھ پوچھا۔

امی میرے 430 مارکس آئے ہیں اور اس سال میں تھرڈ بھی نہیں آئی ہوں۔''اُس نے روتے ہوئے کہا۔

اُس کی ماں نے اُسے چارپائی پر بٹھا کر اُس کے آنسو پونچھ لیے اور اُسے گلے سے لگا لیا۔

آج رزلٹ کا دوسرا دن ہے۔اُس کا دل نہیں چاہ رہا کہ وہ اسکول جائے لیکن اُس نے رضا کے ساتھ شرط لگائی تھی۔اگر وہ اسکول نہیں جائے گی تو بزدل کہلائے گی۔رونے کی وجہ سے اُس کا چہرہ سُرخ ہوگیا ہے۔اسکول پہنچ کر اُس نے اپنے آپ کو نارمل رکھنے کی بہت زیادہ کوشش کی لیکن ناکام رہی۔

آمنہ تم تو آج بہت زیادہ بلش کر رہی ہو کیا رزلٹ کی خوشی میں تم نے میک اپ کیا

ہے؟ رزلٹ سے مجھے یاد آیا تمہارے مارکس کتنے ہیں؟ رضا نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''میرے 430 مارکس آئے ہیں۔'' اُس نے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

''اتنے کم مارکس میرے 510 مارکس آئے ہیں اور کلاس میں فرسٹ آیا ہوں۔'' میں نے شرط جیت لی ہے۔ اب سمجھ میں آیا نہ کہ امیر کے سامنے غریب ایک چیونٹی ہے جسے امیر جب چاہیے پیروں کے نیچے مسلتا ہے۔''یہ سارے غریب تو مجھے گندی نالی کے کیڑے نظر آتے ہیں۔'' اُس نے متکبر انداز میں کہا۔

اپنے امیر ہونے پر اتنا غرور مت کرو'' اللہ تعالیٰ نے غرور کی وجہ سے شیطان کو ذلیل ورسوا کر دیا تھا'' تمہارا نمبر بھی جلدی آنے والا ہے۔ اگر تم کلاس میں فرسٹ آئے ہو تم صرف اپنی طاقت کی وجہ سے تم نے تو کتاب کو دیکھا تک نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

''Might is right''

آمنہ Thank You مجھے تمہارا یہ جملہ بہت زیادہ پسند آیا۔ انگلش میں تو میں تمہاری طرح مبارک باد نہیں دے سکتا میں اُردو میں ہی تمہیں کہہ دیتا ہو۔ تمہیں بھی مبارک ہو تم نے بھی اچھے مارکس لیے ہیں۔'' اُس نے بے خبری کے عالم میں کہا۔

وہ جب رضا کی باتیں سنتی ہے تو زور زور سے ہنستی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ وہ اپنا غم بھول گئی ہے۔ وہ ہنستے ہنستے کلاس جا رہی ہے۔

شافع یہ بکری کیوں ہنس رہی تھی؟ اُس نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

ارے! گدھے تم کلاس میں فرسٹ آئے ہو اور تمہیں Might is Right کا مطلب معلوم نہیں، اس کا مطلب ہے ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔''

''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا کیا مطلب ہے؟'' رضا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے تو لگ رہا ہے کہ تم گدھے سے بھی بڑھ کر ہو اسکا مطلب ہے کہ طاقت ور کا

زور چلتا ہے۔''

اچھا تو یہ بکری اس لیے بتیسی دِکھا رہی تھی اب تو وہ کلاس میں ہے پر بریک میں اُس کے ساتھ حساب کتاب کروں گا۔اُس نے سر کو ہلاتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

صبح کے وقت آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔لیکن دوپہر میں آسمان صاف ہوگیا ہے۔بہت زیادہ تیز دھوپ ہے اور سب گرمی کی فریاد کررہے ہیں۔آمنہ پسینے سے شرابور کلاس سے نکلتی ہے اور کنٹین کی طرف جارہی ہے تاکہ کچھ کھا سکے۔راستے میں رضا اُسے رُوک لیتا ہے۔

رضا ہٹو میرے راستے سے۔

''اب میں کہاں ہٹنے والا ہوں'' میں تو تمہارے پیر کا کانٹا ہوں جو ہر وقت تمہیں تکلیف دے گا۔ ہروقت بکری کی طرح میں میں کرتی رہتی ہو اب میں تمہیں ایسا سبق سکھاؤں گا کہ تمہاری سات نسلیں تو کیا سو نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔وہ تمہیں یاد تو ہوگا نہ کہ ہم دونوں نے ایک شرط لگائی تھی۔''شرط کے حساب سے تمہارا منہ کالا کرنا باقی ہے۔''امیر کے سامنے غریب ہمیشہ سے رسوا و بدنام ہوتا ہے۔امیر لوگ تو ساری زندگی سہولتوں میں گزارتے ہیں۔''جبکہ غریبوں کی زندگی تو بس گزارے میں ہی گزر جاتی ہے۔''میں نے سُنا ہے کہ تمہارا والد بھی غریبی کی وجہ سے مرا ہے۔سچ کہتے ہیں''طاقت ور کا زور چلتا ہے'' نوکرانی کہیں کی۔اُس نے غرور کے ساتھ کہا۔

''رضا تمہاری ماں تو امیر تھی وہ کیوں مرگئی'' اگر میرا باپ غریبی کی وجہ سے مرا تو تمہاری ماں کس وجہ سے مری۔''جینا اور مرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔''تمہاری ماں کو اس دُنیا سے رخصت ہوئے تین سال بھی نہیں ہوئے اور تم نے ابھی سے اُن کی باتوں کو بھلا

دیا۔ وہ کتنی نیک عورت تھیں۔ تم پر تو مجھے ترس آتا ہے کہ اتنی نیک عورت کا بیٹا اتنا بُرا اور نافرمان بھی ہو سکتا ہے۔ انسان اُس کی انسانیت سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ دولت سے۔ تم ہمیں نوکرانی کہو یا کچھ اور ہم عزت کی اور حلال روٹی تو کھاتے ہیں۔ تمہاری طرح دوسروں کے منہ سے نوالہ چھین کر تو نہیں کھاتے۔ میں نے مانا کہ میرے آگے پیچھے کوئی نہیں لیکن میرا اللہ تو ہے جو ہر چیز پر قادر ہے میرا رب تم سے حساب لے گا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی جاتی ہے۔

رضا جب اُس کی باتیں سنتا ہے تو گنگ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اُسے کچھ عرصہ پہلے کا منظر یاد آ جاتا ہے جب وہ اور اُس کی ماں کھانا کھا رہے تھے تو اُس کی ماں نے اُسے کہا۔

''میرے پیارے بیٹے ہمیشہ لوگوں سے پیار و محبت سے پیش آنا۔ کیونکہ جو دوسروں سے محبت کرتا ہے، خدا اُس سے محبت کرتا ہے۔ ظلم اندھیری رات ہے۔ اپنے باپ کی طرح ظالم نہ بننا اور غریبوں سے محبت کرنا خاص کر یتیموں سے۔''

رضا دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ کیا میں سچ میں ظالم ہوں کیا میں نے اپنی ماں کی باتوں کو بھلا دیا ہے۔

تم کہاں کھو گئے ہو یہ بکری بہت زیادہ تیور دکھا رہی ہے، چلو شرط پوری کر کے اُسے سبق سکھاتے ہیں۔ میں اپنے ساتھ بیگ میں بوٹ پالش لایا ہوں۔ شافع نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

رضا کو اتنا گہرا صدمہ لگا ہے کہ اُسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ شافع نے سارے سٹوڈنٹس کو ہال میں جمع کر دیا۔ اور اُنہیں شرط کی ساری کہانی سُنا دی اور اُن دونوں کو بھی سٹیج پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اُس نے رضا کے ہاتھوں پر بوٹ پالش لگا دی۔ سارے ہال میں خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ سب اِس ڈرامے کو دیکھنے کے لیے بے

قرار ہیں۔

رضا آمنہ کی طرف بڑھ رہا ہے تا کہ اُس کا منہ کالا کر سکے۔وہ جب یہ سب دیکھتی ہے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ جاتی ہے۔اُسے روتا ہوا دیکھ کر اُسے اپنی ماں کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔شافع اُسے لگاتار للکار رہا ہے کہ اُس کے منہ پر کالک لگا دو۔آخر کار اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور آمنہ نے آنکھیں بند کر دیں۔وہ شافع کے منہ پر کالک لگا دیتا ہے۔

سارے سٹوڈنٹس شافع کو دیکھ کر زور زور سے ہنس رہے ہیں۔وہ بھی بہت زیادہ ہنس رہی ہے۔شافع سارے منظر کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتا ہے۔وہ ایک دن خود ہی اُس میں گرتا ہے۔اور کچھ ایسا میرے ساتھ بھی ہوا۔اُس نے دل میں پچھتاتے ہوئے کہا۔

بریک ختم ہو جاتی ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد چھٹی ہو جاتی ہے۔گھر جا کر بھی وہ شافع کے ساتھ ہونے والے حادثے پر ہنس رہی ہے۔دونوں ماں بیٹی چارپائی پر بیٹھی ہیں۔

"صبح تم رو رہی تھیں اور اب ہنس رہی ہو کہیں تم پاگل واگل تو نہیں ہو گئی ہو۔"

امی آج ہمارے اسکول میں بہت بڑا کامیڈی ڈرامہ ہوا اُس کی وجہ سے میں ہنس رہی ہوں۔

"بس ایسے ہی ہنستی رہو کیونکہ ہنسنے کی وجہ سے انسان صحت مند رہتا ہے۔" وہ مجھے تمہیں ایک بات بتانا تھی۔رضیہ کا بیٹا کہہ رہا تھا کہ اگر آمنہ کے مارکس کم آئے ہیں تو وہ دوبارہ پیپرز دے یا Rechecking کروا لے اِس طرح سے اُس کے مارکس زیادہ ہو جائیں گے۔"

امی Rechecking اور Cancellation کے لیے ہزاروں پیسے لگتے ہیں

میں اتنے پیسے کہاں سے لاؤں گی۔ ’’ہمیں خواب دیکھنے چاہئیں لیکن اپنی اوقات میں رہ کر اور جو خواب اوقات سے بڑھ کر دیکھا جائے وہ خواب نہیں سراب ہوتا ہے سراب اور سراب فریب نظری کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ اُس نے سر کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

’’بیٹی تم خواب دیکھو اگر تم خواب نہیں دیکھو گی تو تمہیں منزل بھی نہیں ملے گی۔‘‘ تم نے دیکھا ہوگا کہ جب مسافر سفر پر نکلتا ہے تو راہ کا تعین کرنے کے بعد ہی منزل پر پہنچتا ہے۔اور دوسری صورت میں اگر مسافر کو راہ معلوم نہ ہو تو وہ منزل سے بھٹک جاتا ہے۔ ہمارے خواب ہی تو حقیقت تک پہنچنے کے لیے ایک راہ ہوتی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ ایک دن ہمارے ادھورے خواب ضرور پورے ہوں گے۔اُس کی ماں نے یقین کے ساتھ کہا۔

امی آپ کی اپنی سوچ ہے لیکن ’’یہ قدرت کا نظام ہے کہ خواب ہمیشہ ادھورے ہی رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انسان کو کسی نہ کسی طریقے سے ضرور آزماتا ہے۔‘‘ کوئی امیر ہے تو اُسکی اولاد نہیں ،کسی کو بیٹی چاہیے تو کسی کو بیٹا ،اور جس کے پاس اولاد ہے وہ دولت کا خواہشمند ہے۔کسی کے پاس کھانا ہے لیکن وہ موٹاپے کی وجہ سے اُسے کھا نہیں سکتا۔اور جو اُسے کھا سکتا ہے۔اُسکے پاس پیسے نہیں۔کسی کو تعلیم کا شوق ہے لیکن پیسے نہیں ہے اور جس کے پاس پیسے ہیں اُسے تعلیم سے نفرت ہے۔یہ سب اس لیے ایسا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر سکے اور اُس سے مانگ سکے۔

ادھورا جگ ،ادھورے ہم ،ادھورے تم
عجب یہ ستم ہے ادھورے سب ہیں

اُس نے چارپائی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

اگست کا مہینہ ہے اور تپتی گرمی سے بچنے کے لیے کوئی کپڑے گیلے کر رہا ہے، کوئی پنکھے کے نیچے بیٹھا ہے، ہر طرف اُداسی چھائی ہوئی ہے اور سب سستی سے ہلکان ہو رہے ہیں۔ سارے بچے کلاس میں بیٹھے ہیں اتنے میں سر احمد کی کلاس شروع ہو جاتی ہے۔

سٹوڈنٹس سر احمد کو السلام علیکم کہہ رہے ہیں۔

سر احمد: وعلیکم السلام Set Down

سٹوڈنٹس اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ رہے ہیں۔

''سٹوڈنٹس کلاسز کیسے چل رہی ہیں؟''

''سر بہت اچھے چل رہی ہیں۔'' سٹوڈنٹس نے یک زبان ہو کر کہا۔

مطالعہ پاکستان کی کتاب نکال لیجئے آج ہم صفحہ نمبر 40 پر مسئلہ کشمیر کے بارے میں پڑھیں گے۔

سب نے کتابیں نکال لیں۔ کتاب سے مسئلہ کشمیر کا سبق پڑھنے کے بعد سر احمد مسئلہ کشمیر کے بارے میں سب کی رائے لے رہے ہیں۔ سارے سٹوڈنٹس اپنی رائے دینے کے لیے ہاتھ اُٹھا لیتے ہیں۔

رضا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ سر احمد اُس سے مخاطب ہوا۔

''سر مجھے تو یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں لگتا یہ تو ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے جسے میں بھی حل کر سکتا ہوں۔''

''کیا یہ چھوٹا سا مسئلہ ہے پر کیسے؟'' سر احمد نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''سر میرا یہ مطلب ہے کہ پاکستان پیسے دے کر کشمیر کو خرید لے نا۔'' اُس نے سادگی کے ساتھ کہا۔

رضا کی باتیں سُننے کے بعد سارا کلاس قہقہوں سے گونجنے لگا۔ اتنے میں شافع اُٹھتا

ہے اور اُس سے کہتا ہے۔

وہاں تیرے باپ کا راج نہیں چلتا، اگر اسی طرح سے ملک خریدے جا سکتے تو امریکہ تو آج ساری دنیا کو خرید لیتا۔ تم کلاس میں فرسٹ آئے ہو اور اُس کے باوجود اِیسی بے وقوفانہ باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے اس ٹکلے سر میں دماغ ہے بھی کہ نہیں۔ اُس نے طنز بھرے انداز میں کہا۔

شافع کی باتیں سُن کر سٹوڈنٹس پھر سے ہنسنے لگے۔

سر احمد: ''Silence Please''

''سر میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''کہو آمنہ۔'' سر احمد نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقعے پر فرمایا: کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں برتری صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔''

''اگر رضا کے سر سے بال جھڑ گئے ہیں تو اِس میں اُس کا کیا قصور ہے۔ خدا جیسے چاہتا ہے انسان کو پیدا کرتا ہے۔'' ہر انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ خوب صورت ہو۔ لیکن انسان خود کو تو تخلیق نہیں کر سکتا سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ خود پسند انسان نہیں سمجھتے کہ انسان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم.''

''یقیناً ہم نے انسان کو خوب صورت ترین ہئیت پر پیدا کیا۔''

کسی کو شکل و صورت کے لحاظ سے برا بھلا کہنا خدا کے ساتھ جنگ کرنے کے

مترادف ہے، کیونکہ خدا ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ یہ شافع جو کل تک رضا کا دوست تھا آج آستین کا سانپ بنا ہوا ہے اگر تم اتنے ذہین ہو تو تم ہی کشمیر کے مسئلے کا کوئی حل بتا دو۔

اُس کا سر شرم سے جھک گیا۔

ویری گڈ سٹوڈنٹ اگر تمہاری جیسی سوچ ہر انسان کی ہو تو دنیا سے نفرت و تعصب مٹ جائے گا۔ تمہاری مسئلہ کشمیر کے بارے میں کیا رائے ہے؟ سر احمد نے متاثر کُن انداز میں پوچھا۔

''سر میری یہ رائے ہے کہ کشمیر کے مسئلے کو استصواب رائے کے ذریعے حل کیا جائے۔''

Welldone سٹوڈنٹ تمہاری باتوں نے تو مجھے حیران کر دیا۔ کلاس کا ٹائم ختم ہوا خدا حافظ!

☆☆☆

دوپہر کا وقت ہے ہر طرف گرمی کا راج ہے سورج کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے جس کی وجہ سے دوپہر کا مزہ دوبالا ہو گیا۔ سورج کی روشنی کے ساتھ ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی ہیں۔ ہر طرف خاموشی اور سکون سا چھایا ہوا ہے۔

''آمنہ میں نے سُنا ہے کہ آج شام کو رضا کے والد کی دوسری شادی ہے۔''

''کیا! سلمیٰ تمہیں ہوش بھی ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' آمنہ نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

ہاں آج شام کو رضا کے والد کی شادی ہے کیا تمہیں اور تمہاری ماں کو شادی کے لیے مدعو نہیں کیا گیا۔

سلمیٰ مجھے تو تمہارے منہ سے پتہ چلا کہ آج رضا کے والد کی دوسری شادی ہے وہ

ہمیں کہاں اپنا سمجھتے ہیں۔ اگر وہ ہمیں اپنا سمجھتے تو کم از کم ہمیں بتاتے تو سہی۔ شادی پر بلانا تو دور کی بات ہے اُنہوں نے تو ہمیں بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ ایسے لوگوں کا ذکر کر کے کیا فائدہ جنہیں ہم یاد ہی نہیں چلو کینٹین چل کر کچھ کھاتے ہیں مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہے۔ راستے میں جاتے ہوئے وہ دونوں باتیں کر رہی ہیں۔

''کیا رضا آج اسکول آیا ہے؟'' آمنہ نے اُس سے پوچھا۔

میں نے تو اُسے نہیں دیکھا، شاید وہ آج نہیں آیا ہوگا یا پھر اسکول کے کسی کونے میں بیٹھ کر رو رہا ہوگا۔ ''بڑا غرور کرتا تھا اپنے والد کی دولت پر اب اُس کی سوتیلی ماں اُسے سبق سکھائے گی۔'' اب آئے گا اُونٹ پہاڑ کے نیچے میں تو اس شادی سے بہت زیادہ خوش ہوں۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''سلمیٰ ایسا نہ کہو وہ اب تھوڑا سا سُدھر گیا ہے اور تم یہ بات بھی سمجھ لو کہ ہر سوتیلی ماں بُری نہیں ہوتی۔''

وہاں دیکھو۔ سٹوڈنٹس رضا کو چھیڑ رہے ہیں۔ سلمیٰ نے متفکر ہوتے ہوئے کہا۔

''اپنے باپ کے شادی کا پلاؤ کب کھلاؤ گے۔'' شاکر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

شاکر چپ ہو جاؤ ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ رضا نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

ارے! تو کس کس کا منہ توڑے گا۔ آج شام کو تیرے باپ کی شادی ہے اور تو یہاں جھگڑے کر رہا ہے۔ ''پچاس سال کا بوڑھا پچیس سال کی خوب صورت لڑکی سے شادی کر رہا ہے۔'' تمہیں تو چلو بھر پانی میں ڈوب کے مر جانا چاہیے۔ اُس نے بلند آواز میں کہا۔

اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی اور وہ روتا ہوا کینٹین سے جا رہا ہے۔ اُس نے اپنے والد کو بہت رُوکا لیکن اُن کے سامنے کسی کی نہیں چلتی اور نہ کبھی چلے گی۔ اسکول میں بھی وہ سارا دن روتا رہا اور گھر جا کر بھی رو رہا ہے۔ گھر میں شادی کی تیاریاں زور شور سے

جاری ہیں۔ وہ دوپہر سے شام تک بیڈ پر پڑا رو رہا ہے۔ گھر میں ہر قسم کی ڈیکوریشن کی گئی ہے اور ہر طرف روشنیاں ہی روشنیاں ہیں۔ ہر طرف گہما گہمی ہے، کوئی ناچ رہا ہے، کوئی گانا گا رہا ہے اور کوئی گپ شپ کر رہا ہے۔ سکندر خان اپنی بیوی عائشہ کے ساتھ سٹیج پر بیٹھا ہے۔ آج شادی کی ابتدائی تقریب ہے۔ دونوں شادی کے روایتی لباس میں ملبوس ہیں۔

رضا چونکہ اس شادی سے راضی نہیں ہے اس لیے اُس نے شادی میں شرکت نہیں کی۔ وہ دوپہر سے بھوکا بیٹھا رو رہا ہے۔ شادی کی تقریب ختم ہو رہی ہے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو رہے ہیں سکندر خان بھی عائشہ کے ساتھ اپنے کمرے کے اندر چلا گیا۔

عائشہ مجھے کچھ کام ہے تم یہاں بیٹھو میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

اچھا جاؤ پر جلدی آنا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

عائشہ ایک کم عمر اور سُرخ وسفید رنگت کی مالک لڑکی ہے۔ سکندر خان اُس کے کمرے کے اندر داخل ہو رہا ہے وہ اپنے والد کو دیکھ کر بستر سے اُٹھ رہا ہے۔

”رضا بیٹا پلیز باہر آ کر کچھ کھا لو تم کب تک ایسے بھوکے رہو گے؟“ اُس کے والد نے متفکر انداز میں پوچھا۔

مجھے کچھ نہیں کھانا چلے جایئے آپ یہاں سے۔ اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیا شادی کرنا کوئی گناہ ہے؟ بلکہ میں نے تو ثواب کا کام کیا ہے۔“ اُس کے والد نے اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

آپ کب سے گناہ اور ثواب کے چکر میں پڑ گئے، مجھے بھی پتہ ہے کہ شادی کرنا گناہ نہیں ”لیکن اپنے سے اتنی چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کرنا انتہائی شرمناک فعل ہے۔“ رضا نے اُن کے ہاتھوں کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

بیٹا مجھے معاف کردو۔اُس کے والد نے التجائیہ انداز میں کہا۔

آپ نے میری ماں کی جگہ اُس لڑکی کو دی ہے میں آپ کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گا۔"آپ اپنے اس فیصلے پر ضرور پچھتائیں گے۔"اُس نے سُرخ چہرے کے ساتھ کہا۔

بیٹا عائشہ بہت اچھی لڑکی ہے وہ تمہاری ماں سے بڑھ کر تمہارا خیال رکھے گی۔اُس کے والد نے اُس کی گالوں کو پکڑتے ہوئے کہا۔

"اگر وہ اچھی لڑکی ہوتی تو آپ سے شادی نہیں کرتی۔اُس نے شادی آپ سے نہیں بلکہ آپ کے پیسوں سے کی ہے۔جس طرح آپ ظالم ،مکار اور لالچی ہیں اِسی طرح وہ لڑکی بھی ظالم ،مکار اور لالچی ہوگی۔"اُس نے اپنے چہرے سے اُن کے ہاتھوں کو ہٹاتے ہوئے کہا۔

سکندر خان رضا کو تھپڑ مارتے ہوئے۔

تمہاری اتنی ہمت کہ تم اپنے والد سے اس طریقے سے بات کرو۔اپنی اس گندی زبان کو لگام دو۔"میں نے سُنا ہے کہ تم آمنہ کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہو اس لیے اتنے بدتمیز ہوگئے ہو۔تم بھی اس کی بولی بولنے لگے ہو۔تمہارے میٹرک کے رزلٹ کے بعد میں تمہیں امریکہ بھیج دوں گا۔"اُس کے والد نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آپ چاہے جتنی بھی کوشش کرلیں میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔"اُس نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

بیٹا میں جو بھی کروں گا،تمہاری بھلائی کے لیے کروں گا۔میں نے دنیا دیکھی ہے "ایسے ہی دھوپ میں بال سفید نہیں کیئے۔"اُس کے والد نے ہاتھوں کے اشارے کے ساتھ کہا۔

آپ نے دنیا دیکھی ہے لیکن صرف اپنے لیے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔ اگر آپ نے دنیا دیکھی ہوتی تو آپ کو اندازہ ہوتا کہ ہر کسی کے سینے میں دل ہوتا ہے اور ہر کسی کو درد ہوتا ہے۔'' رضا نے روتے ہوئے کہا۔

شاباش بیٹا میں نے تمہیں اس لیے پالا پوسا اور پڑھایا تا کہ تم بڑے ہو کر مجھے ہی لیکچر دو۔ تمہارا دماغ کچھ زیادہ چل رہا ہے۔ تمہیں ہر صورت امریکہ جانا ہوگا۔ اگر تم نہیں جاؤ گے تو میں اُس بھکارن سے وہ جھونپڑی بھی چھین لوں گا۔ ویسے تمہیں میری طاقت کا اندازہ تو ہوگا کہ میں کیا کیا کر سکتا ہوں اس لیے اب بھی وقت ہے۔ سُدھر جاؤ۔'' اُس کے والد نے تنبیہہ کے ساتھ کہا۔

سکندر خان کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔ اُن کے جانے کے بعد وہ زمین پر بیٹھ کر رو رہا ہے۔

☆☆☆

موسم رنگین ہے۔ چاروں طرف رنگینی چھائی ہوئی ہے۔ ہماء کلاس میں کھڑکی سے باہر سر سبز و شاداب چمن کو دیکھ رہی ہے۔ چمن بہت زیادہ ہرا بھرا ہے۔ وہ اپنے ہی خیالوں میں گم چمن کو دیکھ رہی ہے کہ اتنے میں مروہ دوڑتے ہوئی کلاس کے اندر آجاتی ہے۔ اور اسکے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔

''ہماء تمہیں پتہ ہے میں نے بہت بہادری والا کام کیا ہے۔ میم نبیلہ مجھ سے فائن مانگ رہی تھی اور میں وہاں سے بھاگ کر آ گئی۔'' اُس نے پھولتے سانسوں کے ساتھ کہا۔

تم کبھی بھی نہیں سُدھرو گی آج تو جمعے کا دن ہے تمہیں سفید کپڑے پہننے چاہیے تھے تم نے یہ بلیو کپڑے کیوں پہنے ہیں؟'' ہماء نے اُس کے کپڑوں کے طرف دیکھتے ہوئے

پوچھا۔

وہ بہت زیادہ میلے ہوگئے تھے اور میں اُنہیں دھونا بھول گئی تھی۔اس لیے میں آج بلیو کپڑے پہن کرآئی ہوں۔اُس نے اپنے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اِن ٹیچرز نے ایسا یونیفارم Select کیا ہے، جو کسی کے بس کی بات نہیں۔کوئی امیر ہوگا کوئی غریب۔'' پیر سے لے کر جمعرات تک بلیو کپڑے ،بلیک پونی،ہئیر بینڈ، بلیک جرابیں اور جوتے ،اور اُس کے ساتھ ربن والا دوپٹہ اور جمعے سے لے کر ہفتے تک وائٹ کپڑے ،وائٹ پونی،ہئیر بینڈ،وائٹ جرابیں،اور بلیک جوتے یہ سب چیزیں کون Afford کرسکتا ہے۔''چھوٹی چھوٹی چیز پر سٹوڈنٹ سے فائن مانگا جاتا ہے'' آخر ٹیچر پر کب فائن لگے گا؟ کلاس نہ لینے کے لیے،سکول میں تاخیر سے آنے کے لیے،سکول نہ آنے کے لیے اور کلاس میں دیر سے آنے کے لیے۔''اُس نے جذباتی انداز میں کہا۔

ہاں تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔''مروہ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ کلاس میں کچھ لڑکیوں کا آپس میں جھگڑا شروع ہوا اور بات ٹیچرز تک پہنچ گئی۔ٹیچرز نے سزا کے طور پر پوری کلاس کو دھوپ کے سامنے کھڑا کر دیا۔لڑکیاں آدھے گھنٹے تک سخت گرمی کے باوجود کھڑی رہیں۔مروہ اور ہماء دھیمی آواز میں گفتگو کر رہی ہیں۔

''مروہ مجھے سب کچھ دھندلا دھندلا سا لگ رہا ہے۔ایسا لگ رہا ہے کہ میں مرنے والی ہوں اور یہ میرا آخری وقت ہے۔''ہماء نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

اُس کا سر چکرا جاتا ہے اور وہ نیچے زمین پر گر جاتی ہے۔سٹوڈنٹس اُس کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں۔مروہ اور حفصہ نے اُسے اُٹھایا اور کلاس کے اندر لے گئیں ٹیچرز نے باقی سٹوڈنٹس کو بھی کلاس کے اندر جانے کا کہا۔جب سٹوڈنٹس کلاس میں داخل ہوئے تو

اُنھوں نے دیکھا کہ ہماء ٹیبل پر چڑھ کر گانا گا رہی ہے۔

تم تو کچھ منٹ پہلے بے ہوش ہوگئی تھیں اور اتنی جلدی ٹھیک کیسے ہوگئیں۔مدیحہ نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

''کون بے ہوش ہوئی تھی میں تو ایکٹنگ کر رہی تھی۔تاکہ ٹیچرز ڈر جائیں اور ہمارے ساتھ ایسا کرنے کا دوبارہ سوچ بھی نہ سکے۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

اُس کے اس نئے کارنامے کے بارے میں سُن کر سب زور زور سے ہنسنے لگے۔

☆☆☆

آسمان پر قوس وقزح دِکھ رہا ہے۔بارش کے بعد موسم بہت زیادہ خوشگوار ہے۔گرمی کا جیسے زور ٹوٹ گیا ہے۔بارش کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے بہار کا موسم ہے۔سارے سٹوڈنٹس موسم کا بھرپور لطف اٹھا رہے ہیں۔رضا چہرے پر افسردگی لیے اسکول میں داخل ہو رہا ہے اور اپنے کلاس روم کی طرف جا رہا ہے۔سارے سٹوڈنٹس اُسے عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور اُس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔

''رضا میں نے سُنا ہے کہ تم نے اپنے والد کی شادی میں بڑا زبردست ڈانس کیا تھا۔ذرا ڈانس کرو تاکہ ہم بھی دیکھیں کہ تم نے کیسا ڈانس کیا تھا۔'' آصف نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''جب تیرے باپ کی دوسری شادی ہوگی تو اُس میں، میں تمھیں اپنا ڈانس دکھاؤں گا کہ میں کیسے ناچتا ہوں۔'' اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اچھا یہ بتاؤ تم اپنے Upcoming بھائی بہنوں کا کیا نام رکھو گے؟'' اُس نے قہقہے کے ساتھ پوچھا۔

رضا بہت زیادہ اُداس ہے وہ آصف کو جواب دیئے بغیر کلاس کے اندر روتا ہوا چلا

گیا۔ آمنہ جو دور کھڑی یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اُس نے جا کر پرنسپل صاحبہ کو شکایت کر دی۔ پرنسپل صاحبہ نے آصف کو بلا کر خوب ڈانٹا اور اُس کے والدین کو بھی فون پر شکایت کر دی۔ اُس کا دل چاہ رہا ہے کہ وہ اُسے مار ڈالے کیونکہ آج آمنہ کی وجہ سے اُس کی بہت زیادہ بے عزتی ہوئی تھی۔ رضا کو روتا ہوا دیکھ کر آمنہ کے دل سے اُس کے لیے سارے گلے شکوے ختم ہو گئے اور وہ اُسے دلاسہ دینے کے لیے اُس کے پاس بینچ پر بیٹھ گئی۔ چمن میں دو تین اور بھی سٹوڈنٹس موجود ہیں۔

رضا تم کیوں اتنے رو رہے ہو۔ ''تمہیں لوگوں کی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہیے۔'' تم اتنی چھوٹی سی بات پر رو رہے ہو۔ ''ماموں کی دوسری شادی پر تم کیوں اتنے اُداس ہو یہ تو عام سی بات ہے۔'' آمنہ نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یہ عام سی بات لگتی ہے۔ میرے والد کی دوسری شادی تمہیں عام سی بات لگ رہی ہے، شادی کو تو چھوڑو پاپا مجھے پڑھائی کے لیے امریکہ بھیج رہے ہیں۔'' اُس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

اگر ماموں تمہیں امریکہ بھیج رہے ہیں تو وہ تمہارے بھلے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ یہ بھی کوئی رونے والی بات ہے۔ ''مرد اس طرح سے نہیں روتے۔'' اُس نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''مرد کیوں نہیں رو سکتے؟ کیا مردوں کے اندر جذبات نہیں ہوتے؟ یا مرد کو درد نہیں ہوتا۔ مرد کو بھی رونا آتا ہے اور جسے رونا نہیں آتا وہ مرد نہیں پتھر ہوتا ہے۔'' اُس نے بینچ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

☆☆☆

موسم بہت زیادہ گرم ہے۔ درجہ حرارت بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ گرمی کی وجہ سے ہر

طرف اُداسی چھائی ہوئی ہے۔اسکول کی ساری لڑکیاں اُداس ہیں بعض تو رو رہی ہیں۔

''مروہ کیا ہوا؟ تم سب کیوں رو رہے ہو؟'' ہماء نے متفکرانداز میں پوچھا۔

''اُردو سبجیکٹ کی ٹیچر میم سعدیہ کا ٹرانسفر ہو گیا ہے۔''مروہ نے روتے ہوئے کہا۔

''کیا! میم سعدیہ کا ٹرانسفر ہو گیا۔اگر میم سعدیہ چلی گئیں۔تو ہمارا کیا ہوگا۔''میں تو اور یہاں نہیں پڑھوں گی۔میٹرک مکمل ہوتے ہی میں آگے کی پڑھائی کے لیے پشاور جاؤں گی۔یہاں تو مجھے سانس لینا بھی مشکل لگ رہا ہے۔اگر یہاں اور ٹھہری رہی تو میں مر جاؤں گی۔اُس نے غمزدہ ہو کر کہا۔

وہ میم سعدیہ کے ٹرانسفر کی وجہ سے بہت زیادہ اُداس ہے۔اتنے میں میم سعدیہ سٹوڈنٹس کو الوداع کہنے کے لیے آجاتی ہے۔اُنہیں دیکھ کر سٹوڈنٹس رونے لگ جاتے ہیں۔

سٹوڈنٹس چپ ہو جاؤ اور یہ رونا بند کرو آپ سب اتنی چھوٹی سی بات پر رو رہے ہو۔''آپ کو تو زندگی میں اس سے بھی بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے یہ تو چھوٹی سی بات ہے۔''میم نے اُنھیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

''میم آپ کا جانا ہمارے لیے ساری مشکلات سے بڑھ کر مشکل ہے۔اگر آپ چلی گئیں تو ہم کیا کریں گے۔ہمیں ہماری غلطیوں پر ڈانٹے گا کون؟اور ہماری کامیابیوں پر سراہے گا کون؟ میم ہم تو آپ کے بغیر مر جائے گے۔''فریدہ نے روتے ہوئے کہا۔

''سٹوڈنٹس کسی کے جُدا ہونے سے کوئی مرتا نہیں۔''آپ کو دو تین دن میں یاد آؤں گی پھر آپ مجھے بھول جائیں گے۔اور آپ کے دلوں میں میری جگہ دوسری ٹیچر لے لے گی''یہ تو دنیا کا دستور ہے کوئی آئے گا کوئی جائے گا۔'' آپ نے بھی رُکنا نہیں بس چلتے رہنا ہے۔سٹوڈنٹس میں اس لیے آئی ہوں تا کہ آپ سب سے اپنی غلطیوں کی

معافی مانگوں۔آپ سب نے جو غلطیاں کی تھی۔میں نے سب معاف کر دیں۔سٹوڈنٹس پلیز آپ بھی مجھے معاف کر دیں۔'' میم نے غمزدہ ہو کر کہا۔

سٹوڈنٹس اور ٹیچرز کو الوداع کہنے کے بعد میم سعدیہ جا رہی ہے۔سٹوڈنٹس اُنہیں دروازے تک چھوڑ رہے ہیں۔کلاس میں بیٹھ کر ہماء میم سعدیہ کے پیریڈ کو یاد کر رہی ہے۔ کبھی ڈر،کبھی مسکراہٹ ،کبھی نصیحت۔''اُن کی کلاس بریانی کی طرح چٹپٹا رے دار ہوتی تھی۔جس میں ہمیشہ سے مزہ آتا تھا۔''ایک تو میم کے جانے کا غم اور دوسرا گرمی نے اُسے سخت پریشان کر رکھا ہے۔

''یا اللہ! ہمارے حالات کب بدلیں گئے۔ایک تو گرمی ہے اور اُوپر سے ہمارے اسکول میں بجلی بھی نہیں ہے۔میرا تو دل چاہتا ہے کہ ان پنکھوں میں ایلفی ڈال دوں۔ہمیں یہاں اس لیے داخل کیا گیا۔تاکہ گرمی اور سردی کو برداشت کرسکیں۔''سردیوں میں ہم ٹھنڈے فرش پر بیٹھتے ہیں۔اور گرمیوں میں بجلی نہیں ہوتی۔'' اُس نے فریاد کرتے ہوئے کہا۔

باقی سٹوڈنٹس آپس میں باتیں کر رہے ہیں کہ اتنے میں اسکول کی خالائیں نگینہ اور گل ناز کلاس کے اندر داخل ہو جاتی ہیں۔نگینہ اور گل ناز اسکول میں جھاڑو پونچھا کرتی ہیں۔سارے سٹوڈنٹس اُنہیں خالہ کہہ کر پکارتے ہیں۔

''سٹوڈنٹس میم کہہ رہی ہے کہ آپ میں سے دو لڑکیاں آئیں اور کمپیوٹر لیب کی صفائی کریں۔'' نگینہ نے رُعب دار آواز کے ساتھ کہا۔

میں اور مروہ تھوڑی دیر بعد آجائیں گی۔'' ہماء نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

اوکے! سٹوڈنٹس پر جلدی آنا۔نگینہ نے کلاس سے نکلتے ہوئے کہا۔

یہ نگینہ خود کچھ کام نہیں کرتی۔بس ناگن کی طرح ہمیں ڈسنے کے لیے آجاتی ہے۔

اُس کے سٹائل کو تو دیکھو ایسے تیور دکھا رہی ہے جیسے یہ اس اسکول کی مالکن ہو۔اور ناز گل ایسے ناز و ادا دکھاتی ہے جیسے یہ یہاں کی پرنسپل ہے۔کندھوں پر ڈوپٹہ، اُونچی پونی اور ہاتھ میں پرس اِن دونوں کو دیکھ کر لگتا نہیں کہ یہ یہاں جھاڑو پونچھا کرتی ہیں بلکہ ان پر تو ٹیچرز کا گمان ہوتا ہے۔''ان کے برعکس ہم پر سٹوڈنٹس کا نہیں بلکہ جھاڑو پونچھا کرنے والیوں کا گمان ہوتا ہے۔کیونکہ کلاسز کی صفائی بھی ہم کرتی ہیں اور اسکول کی صفائی بھی ہم کرتی ہیں۔'' یہ دونوں تو صرف مفت کی روٹیاں توڑتی ہیں۔مروہ چلو چلتے ہیں اور صفائی شروع کرتے ہیں۔اُس نے کلاس سے نکلتے ہوئے کہا۔

''کیا یہاں یہ ٹیچرز بھوتوں کو کمپیوٹر سکھاتے ہیں۔'' جو ہر وقت ہم سے صفائی کرواتے ہیں۔''ہمیں تو یہاں آنے کی اجازت بھی نہیں ہے سوائے صفائی کے۔'' اب تو انہوں نے سٹاف روم اور کمپیوٹر لیب کے لیے سولر سسٹم کا انتظام بھی کر لیا ہے پھر بھی یہ لوگ ہمیں کمپیوٹر چلانا کیوں نہیں سکھا رہے ہے۔مروہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''مروہ باتیں چھوڑو اور صفائی شروع کرو کیونکہ آج یہ ہماری آخری صفائی ہے۔اس کے بعد ہم صفائی نہیں کرے گے۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہماء اور مروہ نے لیب کی اچھی طریقے سے صفائی کی۔صفائی ختم ہونے کے بعد اُنہوں نے پرنسپل صاحبہ اور دونوں خالاؤں کو لیب آنے کا کہا۔تاکہ وہ سب دیکھ سکیں کہ صفائی کیسی ہوئی ہے۔

''تم دونوں نے تو بہت اچھی صفائی کی ہے۔'' پرنسپل نے داد بھرے انداز میں کہا۔

''میم اچھی تو ہوگی کیونکہ ہم نے سارے جالے بھی صاف کیے ،فرش بھی دھویا،کمپیوٹرز بھی دھوئیے ، پراجیکٹرز بھی دھوئے اور WiFi کی تو میں نے صابن سے رگڑ رگڑ کر دھلائی کی ہے۔تاکہ کنکشن میں کوئی پرابلم نہ ہو' ہماء نے سادگی کے ساتھ کہا۔

پرنسپل صاحبہ اور خالائیں اُس کی باتیں سن کر ہکا بکا رہ گئیں۔خالاؤں پر تو جیسے آسمان ٹوٹ پڑا ہے۔

''کیا تم اتنی جاہل ہو، کیا کمپیوٹر اور ان سب آلات کو کوئی دھوتا ہے، یہ سارے تو خراب ہوگئے ہیں۔تم لوگ تو حد سے زیادہ جاہل ہو جندول کا نام جندول نہیں بلکہ جاہل نگر رکھنا چاہیے تھا۔'' پرنسپل صاحبہ نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

میم ان آلات پر بہت دھول پڑی تھی ''جب کپڑے میلے ہو جاتے ہیں تو ہم اُسے صابن اور پانی سے دھو کر صاف کرتے ہیں۔ مجھے لگا کہ ان آلات کو بھی اس طرح سے دھو کر صاف کروں گی تو آپ خوش ہو جائیں گی لیکن آپ تو اُلٹا ناراض ہوگئیں۔'' مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ چیزیں پانی اور صابن سے خراب ہوتی ہیں۔میں نے تو پہلی بار یہ آلات دیکھے ہیں۔اور اِن کے نام میں نے کمپیوٹر سائنس کی کتاب سے یاد کیئے تھے۔''میم مجھے معاف کردیں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔'' اُس نے معصومیت بھرے انداز میں کہا۔

''نگینہ اور نازگل یہ سارے آلات تم دونوں کی وجہ سے خراب ہوئے ہیں تم دونوں کو اس کی سزا ملے گی۔'' آج سے سارے اسکول اور کلاسز کی صفائی تم دونوں کرو گی۔اور تم دونوں کی تنخواہ سے یہ آلات خریدے جائیں گئے۔اگر تم دونوں خود صفائی کرتیں تو یہ نوبت ہی نہیں آتی، یہ جاہل لوگ ہیں اِن لوگوں نے یہ چیزیں کہاں دیکھی ہیں۔'' پرنسپل صاحبہ نے اُنھیں ڈانٹتے ہوئے کہا۔

دونوں کمپیوٹر لیب سے باہر نکل کر آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔

''مروہ میں نے تمہیں کہا تھا نہ کہ آج کے بعد ہم صفائی نہیں کریں گی۔چلو سٹوڈنٹس کو یہ خوشخبری سناتے ہیں۔'' اُس نے جوش بھرے انداز میں کہا۔

☆☆☆

دسمبر کا مہینہ اختتام کے قریب ہے۔ ہر طرف سردی کا راج ہے۔ چاروں طرف دھند ہی دھند ہے۔ پتوں پر شبنم کے قطرے ایک حسین منظر پیش کر رہے ہیں۔ آج سٹوڈنٹس بہت زیادہ رو رہے ہیں۔ کیونکہ آج اُن کے اسکول کا آخری دن ہے۔ کوئی رو رہا ہے ،کوئی ایک دوسرے سے آٹو گراف لے رہا ہے،کوئی سیلفیاں لے رہا ہے،کوئی معافیاں مانگ رہا ہے،کوئی غمگین گانا گا رہا ہے۔ چاروں طرف غم ہی غم ہے اور اس غم میں ڈوبے انسان۔ آج اسکول میں الوداعی تقریب بھی منعقد کی گئی ہے۔

آمنہ بینچ پر اُداس بیٹھی پرانے وقتوں کو یاد کر رہی ہے۔ رضا بھی اُس کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے۔

’’آمنہ تم کیوں اتنی اُداس بیٹھی ہو آخر ایک نہ ایک دن ہمیں یہاں سے جانا تو ہوگا نہ۔‘‘ اُس نے آمنہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

’’رضا میں اپنے اسکول کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی کیونکہ اسکول کا زمانہ ہی ہوتا ہے جہاں ہم بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ سکول کے دوست ،ٹیچرز ،شرارتیں،من مانیاں ،بے وقوفیاں اور سزائیں ،جب مجھے یاد آتی ہیں تو میرے دل میں ایک الگ سا احساس ہوتا ہے۔ پتہ نہیں کالج میں کیسا ماحول ہوگا؟‘‘ اُس نے غمزدہ ہو کر کہا۔

تم پریشان مت ہو۔ ’’ہوسکتا ہے کالج میں تمہیں زیادہ اچھے دوست ملیں۔‘‘ میں تم سے اپنی ساری خطاؤں کے لیے معافی مانگتا ہوں کیا تم مجھے معاف کرو گی اور میری دوست بنو گی۔ رضا نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

رضا میں کئی دنوں سے دیکھ رہی ہوں کہ تم تبدیل ہو رہے ہو۔ تم اپنی پڑھائی پر بھی توجہ دے رہے ہو اور تمہاری بہت سی غلط عادتیں بھی چھوٹ رہی ہیں۔ ’’تم میں مجھے ایک اچھا انسان نظر آ رہا ہے اور میں تمہاری دوستی کو قبول کر رہی ہوں۔‘‘ اُس نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

چھٹی ہو جانے کے بعد سارے بچے اپنے اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔اور اپنے ساتھ بہت سی یادیں بھی سمیٹ کر لے جا رہے ہیں۔

رضا جب گھر پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سکندر خان صوفے پر بیٹھا چائے پی رہا ہے۔وہ سوچوں میں گم اُس کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے۔

''پاپا میں امریکہ نہیں جاؤں گا بلکہ میں یہاں رہ کر اپنی پڑھائی مکمل کروں گا۔''اُس نے دلیرانہ انداز میں کہا۔

''اگر تم امریکہ نہیں جاؤ گے تو میں آمنہ اور اُس کی ماں کو آرام سے جینے نہیں دوں گا۔اس لیے سُدھر جاؤ ابھی بھی وقت ہے۔''اُس کے والد نے چائے کا کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''پاپا یہ وقت آپ پر ہمیشہ مہربان نہیں رہے گا وقت اپنی چال بدلتا رہتا ہے۔کبھی کسی کا وقت آتا ہے اور کبھی کسی کا۔'' آپ کا جو شوق ہے وہ کریں اگر آپ آمنہ اور پھوپھو سے اُن کا گھر چھینا چاہتے ہیں تو شوق سے چھینیں۔باقی رشتوں کو تو آپ نے پس پشت ڈال دیا ہے۔''لیکن آپ کو یہ تو یاد ہو گا کہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور میرا بھی آپ کی جائیداد میں حصہ ہے۔اور اپنا حصہ لینا میرا قانونی حق ہے جو آپ مجھ سے نہیں چھین سکتے۔''اگر آپ اُن سے گھر چھینیں گے تو میں آپ سے اپنا حصہ لے کر اُن پیسوں سے اُن کے لیے نیا گھر خرید لوں گا۔اُس نے یہ سب بہادری کے ساتھ کہا۔

اُس کی باتیں سننے کے بعد سکندر خان غصے میں آکر پیالے کو زمین پر پٹخ دیتا ہے۔اور رضا اپنے کمرے کے اندر چلا جاتا ہے۔

☆☆☆

بارش کا موسم ہے۔موسلا دھار بارش برس رہی ہے۔سب سردی کی وجہ سے ٹھٹھر رہی ہیں۔ہماء زمین پر بیٹھی سردی سے ٹھٹھر رہی ہے۔

ہماءاُٹھو اتنی سخت سردی میں تم فرش پر بیٹھی ہو۔مروہ نے متفکر انداز میں کہا۔

''میں زمین پر نہیں بیٹھوں تو کہاں بیٹھوں کیا یہاں تمہیں کوئی ''تخت طاؤس'' نظر آرہا ہے جس پر میں بیٹھوں۔'' اُس نے دونوں ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے کہا۔

تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو۔میں تو تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہی تھی کہ کہیں تم بیمار نہ پڑ جاؤ۔باقی ساری لڑکیاں ایک دوسری سے باتیں کر رہی ہیں اور تم ایسی مایوس بیٹھی ہو۔مروہ نے اُس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''مروہ تمہیں کیا پتہ کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے میں تم سب کے بغیر کیسے زندگی جیوں گی۔'' اسکول ٹائم ایک ایسا ٹائم ہوتا ہے جہاں پر ہمیں بعض لوگوں کی عادت پڑ جاتی ہے۔یہ ایک نشہ سا ہوتا ہے جسے چھوڑنا انسان کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔میم سعدیہ جاتے وقت یہ کہہ رہی تھیں کہ آج آپ مجھے یاد کر کے رو رہے ہیں۔لیکن صرف دو دنوں تک میں آپ کو یاد رہوں گی۔پھر آپ مجھے بھول جائیں گے اور آپ کے دلوں میں میری جگہ کوئی اور ٹیچر لے لے گی۔

''اگر میم سعدیہ مجھے مل جائیں تو میں اُن سے کہوں گی، کہ آپ ایسی شخصیت ہی نہیں تم جو صرف دو دنوں تک ہمیں یاد رہے۔بلکہ جب تک ہماری جسم میں سانس ہوگی تب تک ہم آپ کو یاد کریں گے۔'' ہر انسان کی ہمارے دل میں الگ الگ جگہ ہوتی ہے۔اور ہم اُسے کبھی بھی اُس جگہ سے محروم نہیں کر سکتے۔وزن میں تو ہمارا دل ہمارے مٹھی کے برابر ہے۔''لیکن اصل میں ہمارا دل بہت بڑا ہوتا ہے جس میں ہم لاکھوں لوگوں کی محبت ،نفرت،خوشیاں اور غم سمو دیتے ہیں۔'' اُس نے درد بھرے انداز میں کہا۔

ہماء مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہے۔

کہو سُن رہی ہوں۔

''میرے اور میری بہن رقیہ کی Date of Birth کے درمیان صرف چار مہینوں کا فرق ہے'' میں نے کل اُس کی میٹرک کی DMC دیکھی تو میرے تو ہوش اُڑ گئے اب کیا ہوگا۔مروہ نے متفکر انداز میں کہا۔

''کیا! تمہارا تو شناختی کارڈ بھی نہیں بنے گا'' ایسا کرو اپنے والد کو کہو کہ کورٹ میں کیس چلائیں تا کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔''

''ہماء تمہیں تو پتہ ہے کہ ہمارے مالی حالات کیسے ہیں؟ ہم کیس نہیں لڑ سکتے۔''اگر بورڈ والے ایڈمیشن کے لیے Birth Certificate مانگتے تو یہ مسائل ہی پیش نہیں آتے۔کسی کی نام کی Spelling غلط ہوتی ہے۔اور کسی کی Date of Birth غلط ہوتی ہے۔اور جب اُن سے کہو کہ اسے ٹھیک کر دو تو کہتے ہیں کہ کیس لڑو۔ایڈمیشنز سے پہلے ٹیچرز ہم سے پوچھتے تک نہیں کہ آپ کے کوائف درست ہیں کہ غلط بس اپنی من مانیاں کر کے ہمارے غلط کوائف بھیج دیتے ہیں۔اور بھگتنا بھی ہمیں ہی پڑتا ہے۔اُس نے مایوسی کے ساتھ کہا۔

تھوڑی دیر بعد چھٹی ہو جاتی ہے اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلی جاتی ہیں۔ہماء بھی روتی ہوئی گھر جا رہی ہے۔

☆☆☆

دو پہر کا وقت ہے۔چھت پر سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔سورج بجلی کے قمقمے کی طرح چمک رہا ہے۔آمنہ چارپائی پر بیٹھی ہے اتنے میں اُسکی ماں اُسے بُلاتی ہے وہ نیچے چلی جاتی ہے۔

امی آپ کو کیا چاہیے؟ اُس نے دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

بیٹی پیاز اور ٹماٹر ختم ہوگئے ہیں جاؤ جا کر بازار سے لے آؤ۔اُس کی ماں نے کڑھائی میں گھی ڈالتے ہوئے کہا۔

اُس کی ماں نے اُسے 500 روپے دے دیئے اور وہ بازار چلی گئی۔دُکاندار سے سامان خریدنے کے بعد وہ گھر واپس روانہ ہورہی ہے۔اچانک اُسے پیچھے سے کوئی آواز سَنائی دی۔

آمنہ رُکو۔وہ جب پیچھے مُڑ کر دیکھتی ہے تو اُسے اپنی ہم جماعت رشیدہ نظر آتی ہے۔وہ اُس کی قریب آجاتی ہے۔

السلام علیکم!

وعلیکم السلام!تم کیسی ہو رشیدہ۔

میں بالکل خیریت سے ہوں اور تم کیسی ہو۔

الحمدللہ میں بھی ٹھیک ٹھاک ہوں۔

آمنہ تمہاری اسٹڈیز کیسی چل رہی ہے۔

''بس اللہ کے فضل وکرم سے کتابوں میں گھسی رہتی ہوں۔''اُس نے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

''آمنہ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔''یہ کہہ کر اُس نے اپنے لانگ کوٹ کی جیب سے سمارٹ فون نکالا۔فون آن کرنے کے بعد رشیدہ نے اُس پر ایک ویڈیو چلائی۔ویڈیو میں رضا اور آصف نظر آرہے ہیں۔

''آصف رضا سے پوچھ رہا ہے کہ کیا آمنہ تمہاری دوست ہے؟جس پر وہ اُسے ہنس کر جواب دیتا ہے کیا!آمنہ میری دوست ہے وہ تو میری دشمن بننے کے لائق بھی

نہیں۔کہاں وہ اور کہاں میں۔اُس کی حیثیت تو میری جوتی کے برابر بھی نہیں۔وہ بھکارن تو میری نفرت کے قابل بھی نہیں۔میں تو اُس کے ساتھ جھوٹی دوستی کر رہا ہوں اور پھر اُسے پیار میں بدل دوں گا اور پھر اُسے ایسی حالات میں چھوڑ کر چلا جاؤں گا کہ وہ ٹوٹ کر بکھر جائی گی۔اُس نے ساری کلاس کے سامنے مجھے ٹکلا کہا تھا اور میرا مذاق اُڑایا تھا۔میں اُس بے عزتی کو آج تک نہیں بھول سکا اور میں اُسے سبق سکھا کے رہوں گا۔''اُس نے انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے کہا۔

تمہیں یہ ویڈیو کہاں سے ملی؟ اُس نے غمگین لہجے میں رشیدہ سے پوچھا۔

صبح جب میں مارکیٹ جا رہی تھی تو میں نے اُن دونوں کو تمہارے بارے میں باتیں کرتے ہوئے سُنا۔میں نے جلدی سے سیل فون نکالا اور یہ ویڈیو بنائی۔اُس نے مدھم آواز کے ساتھ کہا۔

اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ روتی ہوئی گھر چلی گئی۔گھر جا کر بھی وہ مسلسل رو رہی ہے۔

''بیٹی کیا ہوا تم کیوں رو رہی ہو؟'' وہ اپنی ماں کو ویڈیو کے بارے میں سب کچھ بتا دیتی ہے۔

''امی یہ دنیا ہم جیسے لوگوں کے ساتھ کیوں مخلص نہیں ہوتی۔ہمیں کیا چاہیے صرف محبت لیکن وہ بھی لوگ یا تو دکھاوے کے لیے کرتے ہیں یا ہم پر ترس کھا کر کرتے ہیں۔'' اور ''مجھے ترس اور دکھاوے کی محبت سے شدید نفرت ہے۔'' رضا کو میں اپنا دوست ماننے لگی تھی اور اُس نے ہی میرے ساتھ ایسا کیا۔آج میں نے اس حقیقت کو مانا کہ یہ دنیا ہم جیسے سیدھے سادھے لوگوں کے لیے نہیں بنی ہے۔اگر اُسے مجھ سے بدلہ لینا تھا تو مجھے تین چار تھپڑ مار دیتا لیکن اُسے میرے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔اُس نے روتے

ہوئے کہا۔

آمنہ رضا کی اِس حرکت کی وجہ سے بہت اُداس ہے وہ بستر پر لیٹی رو رہی ہے۔اُس کی ماں بار بار آ کر اُسے سمجھا رہی ہے۔لیکن وہ چُپ ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔اُن کے بہت زیادہ اصرار کرنے کے بعد وہ کھانا کھانے کے لیے اُٹھ جاتی ہے۔

سورج غروب ہو گیا ہے اور شام کا وقت ہے۔سخت سردی کی وجہ سے آمنہ اور اُس کی ماں کمرے میں بیٹھے ہیں۔رضا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو رہا ہے۔

السلام علیکم پھوپھو!

وعلیکم السلام !اُس کی ماں نے بے رُخی کے ساتھ کہا۔

''آمنہ میں تمہیں ایسی خوشخبری سُنانے والا ہوں جسے سُن کر تم خوشی سے باغ باغ ہو جاؤ گی۔''میں نے پاپا کے سامنے ایسی شرط رکھ دی ہے کہ وہ آئندہ مجھے باہر بھیجنے کا سوچیں گے بھی نہیں۔

''اب تو تم خوش ہونا۔''اُس نے تبسم کے ساتھ کہا۔

''ہاں خوش ہوں بہت خوش کیونکہ آج میری آنکھیں کھل گئی۔''تم امریکہ جاؤ یا جہنم میں مجھے کیا۔میری یہ بددعا ہے تمہیں کہ خدا تمہیں اُس سے زیادہ تکلیف دے جتنی تم نے مجھے دی ہے۔تمہارے والد نے اور تم نے ہماری زندگی برباد کر دی ہے۔خدا تم سے اسکا بدلہ ضرور لے گا۔''اُس نے تیور دکھاتے ہوئے کہا۔

آخر ہوا کیا ہے؟اب میں نے کونسی غلطی کر دی ہے؟''اُس نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

تم نے کونسی غلطی کی ہے؟تم تو معصوم ہو تم سے تو غلطی ہوتی ہی نہیں۔بلکہ غلطی تو میں نے کی ہے تم سے دوستی کر کے۔تم نے میرے ساتھ جو کیا اُسے میں کبھی بھی نہیں بھول سکتی نکل جاؤ میرے گھر سے مجھے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی۔اُس نے ہاتھ سے دروازے کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''پلیز مجھے ایک موقع تو دو خود کو بے قصور ثابت کرنے کا۔'' رضا نے التجائیہ انداز میں کہا۔

موقعے بار بار نہیں ملتے میری نظروں سے دور ہو جاؤ مجھے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی ۔اُس نے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔

پھوپھو آپ ہی آمنہ کو سمجھائے میں اس کے ساتھ بُرا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

آمنہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے تم نے ہمیشہ سے اُسے دھوکہ دیا ہے۔اُس کی ماں نے بے رُخی کے ساتھ کہا۔

رضا جب آمنہ اور اُس کی ماں کی باتیں سُنتا ہے تو اُسے شاک سا لگ جاتا ہے اور وہ اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے۔گھر پہنچ کر وہ دیکھتا ہے کہ سکندر خان فون پر کسی سے گفتگو کر رہا ہے۔وہ صوفے پر بیٹھ کر اُس کا انتظار کر رہا ہے اور دل میں کہہ رہا ہے کہ جس کے لیے میں رُکنا چاہتا تھا وہ ہی مجھے جانے کا کہہ رہی ہے۔تو اب یہاں رُکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔فون پر گفتگو ختم کرنے کے بعد وہ رضا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

''بیٹا تو تمہارا کیا فیصلہ ہے؟'' اُس نے تمسخرانہ انداز میں پوچھا۔

''پاپا میں امریکہ جاؤں گا۔'' اُس نے دل پر پتھر رکھ کر کہا۔

بیٹا مجھے پتہ تھا یہی تمہارا فیصلہ ہوگا۔'' یہ کہنے کے بعد وہ پھر سے فون پر کسی سے گفتگو شروع کر دیتا ہے۔

وہ صوفے سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جا رہا ہے۔جاتے ہوئے اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے ہیں۔

☆☆☆

میٹرک کے امتحانات ختم ہونے والے ہیں آج دسویں جماعت کے سٹوڈنٹس کا آخری پیپر ہے۔امتحان کے دوران آمنہ نے دیکھا کہ رضا سارا پیپر خود کر رہا ہے۔نہ نقل کر رہا ہے اور نہ کسی کی مدد لے رہا ہے۔پیپر کا ٹائم ختم ہو جانے کے بعد سارے سٹوڈنٹس اُس سے گلے مل رہے ہیں کیونکہ وہ کچھ دنوں بعد امریکہ جا رہا ہے۔لیکن آمنہ بہت خوش ہے۔کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے اُسکی زندگی سے دور جانے والا ہے۔

بڑی مشکل سے تین مہینے گزر گئے اور آج رزلٹ Announce ہونے کا دن ہے۔آمنہ ایک چھوٹے سے موبائل فون پر کسی سے باتیں کر رہی ہے۔گفتگو ختم کرنے کے بعد وہ حیران ہو کر موبائل بند کر دیتی ہے۔

''بیٹی سلمیٰ کیا کہہ رہی تھی؟'' اُس کی ماں نے متفکر انداز میں پوچھا۔

''امی وہ کہہ رہی تھی کہ تمہارے 860 مارکس آئے ہیں اور رضا کے 990 مارکس آئے ہیں۔'' اُس نے مایوسی کے ساتھ کہا۔

''بیٹی مایوس مت ہو۔خدا ایک دن تمہیں ضرور بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔کیونکہ تمہارے ساتھ میری دعائیں ہیں اور جس کے پاس والدین کی دُعائیں ہوتی ہیں وہ ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتا ہے۔'' اس نے شفقت کے ساتھ کہا۔

''امی والدین نہیں والدہ بابا تو اس دنیا میں ہیں ہی نہیں تو وہ کیسے مجھے دُعائیں دیں گے۔'' امی میری یہ خواہش ہے کہ کاش بابا زندہ ہوتے اور میں اُن کے ساتھ اسکول جاتی ، پارک جاتی ، مارکیٹ جاتی اور سیر کو جاتی اگر وہ زندہ ہوتے تو آپ کو دوسروں کے گھروں میں کام بھی نہیں کرنا پڑتا۔اس سال '' Parents Day '' کے موقع پر سارے سٹوڈنٹس اپنے والد کے ساتھ آئے تھے پہلے تو میں چھوٹی تھی پروگرام میں مشغول رہتی لیکن اس سال مجھے پاپا کی شدید کمی محسوس ہوئی میں بھی چاہتی تھی کہ میں اپنے پاپا کا ہاتھ پکڑ کر

سارے سٹوڈنٹس اور ٹیچرز کو بتاؤں کہ یہ میرے پاپا ہیں۔ ''لیکن پکڑنے کے لیے ہاتھ بھی ہونا چاہیے۔'' میں کبھی کس کے والد کو دیکھتی اور کبھی کس کے۔ باتھ روم جا کر میں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی اور اتنی زیادہ روئی کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔'' اُس غمزدہ ہو کر کہا۔

''بیٹی نصیب کا لکھا کوئی ٹال نہیں سکتا۔'' یہ کہنے کے بعد اُس کی ماں اُس کو گلے لگا کر رونا شروع کر دیتی ہے۔

کچھ دیر تک رونے کے بعد وہ پہلے اپنے آنسو صاف کر دیتی ہے اور پھر اپنی ماں کے۔

''امی بس آپ اور مت روئیے رونے کا زمانہ چلا گیا اور ہنسنے کا زمانہ آ گیا۔'' میں آپ کی زندگی کو اتنی خوشیوں سے بھر دوں گی کہ آپ ماضی کے سارے غم بھول جائیں گی۔ انشاءاللہ! امی مجھے آپ کو کوئی بات بتانی ہے۔

کہو بیٹی۔

''امی میں گورئمنٹ کالج میں داخلہ لوں گی تا کہ میں آپ پر بوجھ نہ بنوں۔'' آمنہ نے اپنی ماں کی ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''تم سے کس نے کہا کہ تم مجھ پر بوجھ ہو۔ بوجھ کو تو کندھوں سے اُتارا جاتا ہے جبکہ بیٹی کو کندھوں پر بٹھایا جاتا ہے تم بوجھ نہیں میری بیٹی ہو۔'' تم پرائیویٹ کالج میں داخلہ لو کیونکہ گورئمنٹ کالج میں پڑھائی کا نظام بہت ناقص ہوتا ہے۔'' اُس کی ماں نے اُسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

اُس نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

''امی ہر سرکاری ادارے میں تو پڑھائی ناقص نہیں ہوتی۔ یہاں کے گورئمنٹ کالج میں تو بڑے اچھے طریقے سے پڑھایا جاتا ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ میں گورئمنٹ

کالج میں ہی داخلہ لوں گی۔‘‘

☆☆☆

ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی ہے۔تھوڑی دیر بعد بارش تھم جاتی ہے اور موسم حسین ہو جاتا ہے۔آج آمنہ ایڈمیشن کی غرض سے گورنمنٹ کالج جا رہی ہے۔کالج پہنچ کر وہ دیکھتی ہے کہ کالج بہت خوبصورت ہے۔خوبصورت بلڈنگ، ہرا بھرا چمن ،چمن کے وسط میں خوبصورت بینچیز ،مختلف اقسام کے پھول اور صاف ستھرا ماحول۔وہ اُس طرف جا رہی ہے۔جہاں ایڈمیشن کمیٹی کے ممبرز بیٹھے ہیں۔

السلام علیکم !میم۔

وعلیکم السلام سٹوڈنٹ۔ Set Down

’’سٹوڈنٹ تمہارا نام کیا ہے اور تمہارے مارکس کتنے ہیں؟‘‘میم شکیلہ نے آمنہ سے پوچھا۔

’’میرا نام آمنہ خان ہے اور میرے 860 مارکس ہیں۔‘‘

اپنے ڈاکومنٹس دکھاؤ تا کہ ہم دیکھ سکیں کہ ٹھیک ہے کہ نہیں۔

یہ لیجیئے ڈاکومنٹس۔

تمہارے ڈاکومنٹس بالکل پورے اور صحیح ہیں ایڈمیشن کے لیے 2700 روپے جمع کرا دو۔

یہ لیجیئے میم۔

سٹوڈنٹ تمہارا ایڈمیشن ہو گیا ہے اب تم جا سکتی ہو۔

میم کلاسز کب سٹارٹ ہو گی ؟۔‘‘اس نے تجسّس کے ساتھ پوچھا۔

’’آج 5 اگست ہے 10 اگست کو کلاسز سٹارٹ ہو گی۔تب تک سارے سٹوڈنٹس

کے ایڈمیشن کا Process ختم ہو جائے گا۔'' میم شکیلہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

تھینک یو میم۔

آج آمنہ بہت زیادہ Narvous ہے۔ کیونکہ وہ پہلی بار کالج آئی ہے۔ کالج اور ٹیچرز تو اُسے بہت زیادہ اچھے لگے۔'' لیکن اُسے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ کیا اُسے سکول کی جیسی سہلیاں ملیں گی کہ نہیں۔ یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ جب کوئی انسان آپ کی زندگی سے جاتا ہے تو دوسرے انسان کو ضرور بھیجتا ہے۔'' وہ کلاسز کو دیکھنے کے لیے جا رہی ہے چلتے ہوئے اُس کی نظریں بینچ پر بیٹھی لڑکی پر پڑ جاتی ہے۔ وہ اُس کے قریب جا کر بینچ پر بیٹھ جاتی ہے۔

السلام علیکم! دوسری طرف سے آواز آتی ہے۔

وعلیکم السلام!

آپ کا کیا نام ہے۔

دوسری طرف سے آواز آتی ہے'' میرا نام ہماء ہے۔''

'' کیا ایڈمیشن نہ ہونے کی وجہ سے تم اتنی اُداس بیٹھی ہو؟''

نہیں میرا ایڈمیشن ہو گیا ہے۔ مجھے بس اپنی فیملی کی یاد آ رہی ہے۔

ہماء تم کہاں سے آئی ہو؟

'' میں لوئیر دیر سے آئی ہوں۔''

تم یہاں کیوں پڑھنے کے لیے آئی ہو کیا وہاں کوئی کالج نہیں؟

'' وہاں کالج ہے لیکن ہمارے علاقے سے بہت زیادہ دور ہے اور'' وہاں کا تعلیمی نظام بھی بہت زیادہ ناقص ہے۔'' اس لیے میں یہاں پڑھنے کے لیے آئی ہوں۔ تم تو پشاور کی ہو نہ۔'' ہماء نے اُس سے پوچھا۔

''ہاں میں پشاور میں رہتی ہوں۔ ہماء تمہارے مارکس کتنے ہیں۔''

''میں نے میٹرک کے امتحان میں 920 مارکس لیے ہیں اور تمہارے مارکس کتنے ہیں۔''

''میرے 860 مارکس ہیں۔ ہماء چلو کالج کی سیر کرتے ہیں۔'' آمنہ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

چلتے ہوئے آمنہ اُس سے پوچھ لیتی ہے کیا تم میری دوست بنو گی۔ جس پر وہ کہتی ہے کہ آج کے بعد ہم دونوں سہیلیاں بن گئی ہیں۔

آمنہ پشاور میں تم کہاں رہتی ہو؟ ہماء نے اُس سے پوچھا۔

میں مدینہ کالونی میں رہتی ہوں۔

''کیا! میں بھی مدینہ کالونی میں رہتی ہوں پھر تو ہم ایک ساتھ کالج آئیں گی اور جائیں گی۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

کیا تم اپنے کسی رشتے دار کے گھر میں رہتی ہو؟

ہاں آمنہ میں اپنے ماموں اور ممانی کے ساتھ رہتی ہوں۔ چلو اب گھر چلتے ہیں دیر ہو رہی ہے۔ باقی باتیں رستے میں کریں گی۔

☆☆☆

گرمی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ہر چیز اُداس اُداس لگ رہی ہے۔ لیکن آمنہ اور ہماء بہت زیادہ خوش ہیں کیونکہ آج اُن کے کالج کا پہلا دن ہے۔ وہ دونوں کلاس میں بیٹھی باتیں کر رہی ہیں۔

''آمنہ آج تو تم بہت زیادہ ہشاش بشاش لگ رہی ہو۔'' ہماء نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آج کالج کا پہلا دن ہے اس لیے میں بہت خوش ہوں۔ نئے کپڑے، نیا بیگ ، نئے جوتے ، نئے ٹیچرز ، نئی دوست ، نئی Feeling اور کالج کا پہلا دن میں تو بہت زیادہ Excited ہوں۔'' اُس نے خوشی سے اُچھلتے ہوئے کہا۔

میں بھی بہت زیادہ خوش ہوں لیکن خوشی کے ساتھ ساتھ مجھے ڈر بھی لگ رہا ہے۔ کیونکہ نیا ماحول ہے، نئے کلاس فیلوز ہیں اور نئے ٹیچرز ہیں کیا ہم اس نئے ماحول میں خودکو Adjust کر پائیں گی کہ نہیں۔ اُس نے سر کو جھٹکتے ہوئے کہا۔

ہماء اللہ پر بھروسہ رکھو انشاء اللہ ہم یہاں خودکو Adjust کرلیں گے۔ اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ دونوں باتوں میں مشغول تھیں کہ اُن کی کلاس کی کچھ لڑکیاں آجاتی ہیں۔ اور اُنہیں مارنا شروع کر دیتی ہیں۔ بعض لڑکیاں اُنہیں تھپڑ مارتی ہیں جبکہ بعض اُن کے بال کھینچتی ہیں۔ اُن کو مارنے کے بعد ساری لڑکیاں کلاس سے بھاگ گئیں۔ اِن لڑکیوں کے گروپ کی سربراہ کا نام حناء ہے۔ جو بہت ضدی لڑکی ہے۔ اور ہر کسی کے ساتھ جھگڑتی ہے۔ لیکن جھگڑا کرنے کے بعد دوبارہ اُس انسان سے باتیں اور گپ شپ شروع کر دیتی ہے۔ اُس کی دل میں جو بات ہوتی ہے وہی زبان پر ہوتی ہے۔ ہماری طرح نہیں دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور۔ اُن کے جانے کے بعد وہ دونوں حیرانگی کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھ رہی ہیں کہ یہ اُن کے ساتھ کیا ہوا۔ لڑکیاں تھوڑے وقفے کے بعد آتی ہیں اور اُنہیں پھر مارتی ہیں اور اُن کی چُٹیا کھینچتی ہیں۔ باقی کلاس کی لڑکیوں کا بھی یہی حال ہے۔ حناء اور اُس کے گروپ کی لڑکیوں نے سارا کلاس کو سر پر اُٹھا یا ہوا ہے۔ اُن کے جانے کے بعد ہماء اور آمنہ اپنے ساتھ دوسری لڑکیوں کو بھی ملا لیتی ہیں اور چپکے چپکے باتیں کررہی ہیں۔ بریک ٹائم میں اُن دونوں اور باقی لڑکیوں نے حناء اور اُس

کے گروپ کو بہانے سے کلاس میں بلا لیا اور اُن سب کی اس طرح سے پٹائی کی کہ ساری لڑکیاں روتی ہوئی کلاس سے بھاگ گئیں۔

دوسرے دن معمول کے مطابق کلاسز لینے کے بعد حناء اور اُسکی سہلیاں آمنہ اور ہماء کے پاس آکر بیٹھ جاتی ہیں اور اُن سے باتیں شروع کر دیتی ہیں۔حناء سب سے پہلے اُن دونوں سے معافی مانگتی ہے اور پھر اُن سے کہتی ہے کہ ہماری صلح کی خوشی میں ایک پارٹی تو بنتی ہے یہ کہنے کے بعد وہ بیگ سے Sting کی ایک بوتل نکال کر اس کا ڈھکن کھول دیتی ہے اور پھر اُسے آمنہ اور ہماء کے کپڑوں پر پھینک دیتی ہے اُن دونوں نے چونکہ سفید کپڑے پہنے ہیں۔کولڈ ڈرنک کی وجہ سے اُن کے کپڑے لال ہو گئے ہیں یہ سب کارروائی کرنے کے بعد وہ سب کلاس سے بھاگ جاتی ہیں۔وہ دونوں ایک دوسرے کو حیرانگی کے ساتھ دیکھ رہی ہیں۔

’’بس میں اب اور برداشت نہیں کرسکتی۔یہ لڑکیاں ہمارے ساتھ Ragging کرنے چلی تھیں اب میں اُنہیں بتاؤں گی کہ Ragging اصل میں ہوتی کیا ہے۔‘‘ یہ کہنے کے بعد وہ الماری سے حناء کا عبایہ نکال لیتی ہے۔جسے وہ باتھ روم لے جا کر فرش پر پھینک دیتی ہے اور پھر پانی کا نل کھول کر اُسے پیروں سے مسلتی ہے۔حناء کو جب یہ سب پتہ چلتا ہے تو وہ رونے لگ جاتی ہے وہ پرنسپل صاحبہ کو بھی شکایت نہیں کرسکتی کیونکہ غلطی اُس کی تھی۔

☆☆☆

آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں۔اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔وہ دونوں چمن میں اِدھر اُدھر گھوم رہی ہیں۔اتنے میں حناء، ہماء کو بُلاتی ہے۔وہ اُس کے پاس جا کر بیٹھ جاتی ہے۔

''ہماء تم لوئیر دیر سے آئی ہو نہ۔'' اُس نے گردن ٹیڑھی کر کے پوچھا۔

''ہاں میں لوئیر دیر سے آئی ہوں۔'' ہماء نے اُسے جواب دیا۔

میں چند دنوں پہلے لوئیر دیر گئی تھی وہاں ہمارے ایک رشتے دار کی شادی تھی۔ میں بہت اُداس تھی۔ ''نہ وہاں بجلی ہے اور نہ پانی۔'' اور اُوپر سے اتنی گندی جگہ ہے کہ میں بتا نہیں سکتی۔ جگہ جگہ گوبر، کیچڑ اور پلاسٹک بیگ پڑے تھے۔ وہاں تو مجھے سانس لینا بھی مشکل لگ رہا تھا۔ جب میں واپس آئی تو ایسا لگا کہ طویل عرصہ قید کے بعد کھلی فضاء میں سانس لینے کا موقع ملا ہے۔ اور وہاں کے لوگ بھی بہت زیادہ جاہل ہیں مجھے تو لگ رہا تھا کہ وہ لوگ اب بھی اُنیسویں صدی میں جی رہے ہیں۔'' اُس نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

چلو کلاس میں چل کر بات کرتے ہیں میں باہر ہنگامہ نہیں چاہتی۔ اُس نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

ساری لڑکیاں کلاس کے اندر جارہی ہیں۔

''حناء میں پشاور میں پڑھتی ہوں میرا حق نہیں بنتا کہ میں اس کے خلاف کچھ کہوں۔'' لیکن تمہیں آئینہ دکھانا ضروری ہے۔ اگر لوئیر دیر گندی جگہ ہے تو پشاور کونسا دودھ کا دُھلا ہے۔ یہاں بھی جگہ جگہ گندگی موجود ہے، یہ سچ ہے کہ ہمارے علاقے میں گندگی ہے اور مسائل کے انبار بھی ہیں۔ لیکن وہاں ایسی جگہیں بھی موجود ہیں جو اپنی خوب صورتی اور صفائی کی وجہ سے بہت مشہور ہیں۔ اسی طرح پشاور میں بھی گندی اور صاف جگہیں موجود ہیں۔ اس لیے یہ طعنے دینا بند کرو۔ اُس نے انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔

''لوئیر دیر اور پشاور میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اپنے اُس گندے علاقے کا موازنہ ہمارے پھولوں کے شہر سے نہ ہی کرو تو ہی اچھا ہے۔'' حناء نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

تمہاری اتنی ہمت کہ تم میرے علاقے کو گندا کہو گی۔ تم خود کو ایک غنڈی سمجھتی ہو۔ لیکن میں تمہاری عقل ٹھکانے لگاؤں گی۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہارا والد پشاور کا سب سے بڑا بدمعاش ہے اور تمہیں کوئی کچھ بھی نہیں کہے گا۔ ہماء نے غصیلے لہجے میں کہا۔

وہ اپنی چیئر پر بیٹھ کر ہماء کے ساتھ جھگڑ رہی ہے کیونکہ زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے اُسکے پیروں میں درد ہوتا ہے۔

''باپ پر مت جاؤ ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔'' اُس نے چیئر سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

''تم میرے سامنے آؤ تو سہی اس چیئر سے تمہارا سر نہ پھوڑا تو میرا نام ہماء نہیں ہے۔'' اُس نے چیئر اُٹھاتے ہوئے کہا۔

حناء ڈر کر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتی ہے۔ اُس کی سہلیاں اُس کی اس حرکت پر اُس کا مذاق اُڑا رہی ہیں۔ ''یہ قدرت کا ایک کرشمہ ہے کہ جب آپ اسکول یا کالج جاتے ہیں اور آپ کا تعلق کسی پسماندہ علاقے سے ہو۔ تو بار بار اُس علاقے کے بارے میں طعنے دے کر آپ کو تنگ کیا جاتا ہے۔'' ہماء کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسری کو اُنگلیاں دکھا دکھا کر لڑ رہی ہیں۔ آمنہ اور باقی لڑکیاں اس جھگڑے کو براہ راست دیکھ رہی ہیں۔

چپ کرو تم لوگ تم دونوں تو بچوں کی طرح لڑ رہی ہو۔ ''اگر اسی طرح سے ہر کوئی اپنے اپنے علاقے کے حفاظت کے لیے لڑے گا تو پاکستان کی حفاظت کون کرے گا۔'' ہم سب پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ اگر ہم ایک دوسرے کے علاقے کو برا بھلا کہیں گے تو ہم پاکستان کو ہی بُرا کہیں گے۔ کیونکہ یہ علاقے بھی پاکستان کا حصہ ہیں۔ ''چلو گلے مل کر جھگڑے کو ختم کرو۔'' آمنہ نے منصفانہ انداز میں کہا۔

ہماء اور حناء گلے مل کر ایک دوسری سے معافی مانگ رہی ہیں۔

☆☆☆

''دن بیتے، مہینے گزرے اور زندگی 2020ء میں داخل ہوگئی۔ 2020ء ایک ایسا سال جسے بچہ بچہ نہیں بھول سکتا جب کورونا وائرس کی وباء چین کے صوبہ ہوبئ کے شہر ووہان سے پھوٹی اور پوری دنیا میں پھیل گئی۔'' یہ وباء چین میں دسمبر 2019ء میں شروع ہوئی اور 11 مارچ 2020ء کو WHO نے اسے ایک عالمی وباء قرار دیا۔ پاکستان میں اس کے پہلے کیسز 26 فروری 2020ء کو رپورٹ ہوئے۔ اس دوران لوگ گھروں میں محصور ہوکر رہ گئے۔ لوگ جو جدید ٹیکنالوجی کے بدولت ہواؤں میں اُڑنے لگے تھے گھروں میں قید ہوکر رہ گئے۔ تمام ملکوں نے فلائٹ آپریشن بند کر دیئے۔ بیرون مُلک آمدورفت پر پابندی لگا دی گئی۔ ساری دنیا کی طرح پاکستان میں بھی Lock Down لگا دیا گیا۔ صنعتوں، کارخانوں، شادی ہالز، دُکانوں اور سکولوں کو بند کر دیا گیا تاکہ وائرس پر قابو پایا جاسکے۔ لوگ گھروں سے بھی نہیں نکل سکتے تھے۔ گھر سے کوئی نکل کر تو دیکھے پولیس ڈنڈا لے کر کھڑی ہوجاتی۔ کورونا کی روک تھام کے لیے ایس او پی یعنی Standard Operating Procedure پر عمل کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ جس میں ہاتھ دھونا، ماسک پہننا، سینیٹائزر کا استعمال اور چھ فٹ کا فاصلہ رکھنا لازمی قرار دیا گیا۔ لوگ آدھی رات کو اُٹھ کر اذان دیتے ہیں اور دُعائیں مانگتے ہیں کہ خدا اِس وباء کو ختم کردے اس کے علاوہ مساجد میں اجتماعی دُعائیں بھی مانگی جاتی ہیں۔'' کورونا کی وجہ سے پاکستان میں اتنا جانی نقصان تو نہیں ہوا'' لیکن ہمیں اس بات کا علم اچھی طرح سے ہوا کہ ''ہم صحت اور تعلیم کے شعبے میں کتنے پیچھے ہیں۔'' وینٹی لیٹرز، ماسک، ویکسین اور دوائیاں نہ ہونے کے برابر تھی، لیکن اس کے باوجود بھی کورونا وائرس کی وجہ سے پاکستان میں اتنا

جانی نقصان نہیں ہوا وہ کہتے ہیں نہ ”کہ جن کا ناخدا نہیں ہوتا اُن کا خدا ہوتا ہے۔“

لاک ڈاؤن کے دوران اسکولز 16 مارچ 2020ء سے لے کر 15 ستمبر 2020ء تک بند رہے۔اس دوران میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات بھی نہیں ہوئے۔ پرائمری سے لے کر مڈل کلاس تک کے بچوں کو پروموٹ کر دیا گیا۔اس کے علاوہ نویں اور گیارہویں کلاس کے سٹوڈنٹس کو بھی پروموٹ کر دیا گیا اور دسویں اور بارہویں جماعت کے سٹوڈنٹس کو اُن کے پچھلے سال کے نمبروں کے بنیاد پر پاس کر دیا گیا۔اُن کے نمبروں ڈبل کرنے کے ساتھ ساتھ اُنہیں تین فیصد اضافی مارکس بھی دیئے گئے اور یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس سے آنلائن امتحانات لیے گئے۔آمنہ اور ہماء بھی بہت خوش ہیں کیونکہ اُن کے گیارہویں جماعت میں اچھے مارکس آئے تھے اس لیے بارہویں جماعت میں بھی اُنکے مارکس اچھے ہوں گے۔آمنہ کلاس میں فرسٹ آئی جبکہ ہماء سیکنڈ آئی۔آج تعلیمی اداروں کو کھولے کئی دن ہو چکے ہیں اور دونوں ایڈمیشن کے لیے جارہی ہیں۔ ہماء چھٹیوں کے دوران اپنے گاؤں میاکلے چلی گئی تھی اور اب واپس آگئی ہے۔دونوں نے BS English میں ایڈمیشن لے لیا۔آمنہ کی ماں نے اُس کے تعلیمی اخراجات اُٹھانے کے لیے اپنے سونے کی بالیاں بیچ دیں تاکہ وہ آرام سے اپنی تعلیم مکمل کر سکے۔اسکولز کھلے دو مہینے ہی گزرے تھے کہ دوبارہ سے 25 نومبر 2020ء کو اسکولز بند کر دیئے گئے۔

اِس دوران سٹوڈنٹس کو ہفتے میں صرف ایک دن اسکول کالج وغیرہ آنے کی اجازت دی گئی تاکہ وہ اپنے نوٹ بُکس اور اسائمنٹس وغیرہ ٹیچرز کو دکھا سکیں۔کبھی اسکولز کھولتے اور کبھی بند ہوتے۔

وزیرِ تعلیم شفقت محمود سب کے فیورٹ بن گئے ہیں۔کیونکہ جب بھی پریس کانفرنس کرتے ہمیشہ خوشخبری سناتے۔بچے اُنہیں مختلف ناموں سے پکارنے لگے مثلاً ہیرو، دلوں

کا راجہ، بچوں کا وزیر اعظم، کنفرم جنتی اور چھٹیاں دینے والا انکل وغیرہ وغیرہ۔

چھٹیوں کے دوران Zoom Application کے ذریعے آن لائن کلاسز لی گئیں لیکن پاکستان کے ریموٹ ایریاز میں واٹس ایپ گروپس کے ذریعے کلاسز لی گئیں کیونکہ وہاں پر انٹرنیٹ کنکشن کے بہت سے مسائل ہوتے ہیں۔

کورونا کی وجہ سے ہم پر یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ ہم ٹیکنالوجی کے میدان میں کتنے پیچھے ہیں۔ وزیر تعلیم نے تو پریس کانفرنس میں کہہ دیا کہ ہم چھٹیاں دے رہے ہیں اور بچے آن لائن کلاسز لیں گے اس کے علاوہ Tele School اور Radio School وغیرہ بھی شروع کر رہے ہیں۔ لیکن اُنہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ ''پاکستان میں کتنے بچے ایسے ہیں جن کے پاس موبائل فون ہی نہیں ہے'' اور خاص کر لڑکیاں جو یا تو اپنی غربت کی وجہ سے موبائل فون نہیں خرید سکتیں اور یا اُن کے گھر کا ماحول ایسا ہوتا ہے کہ اُنہیں موبائل فون رکھنے کی اجازت ہی نہیں ''بعض بچے تو ایسے ہیں جو پھٹے پرانے کپڑوں اور جوتوں میں اسکول جاتے ہیں تو وہ اپنے لیے موبائل فون کیسے خریدیں گے۔''

آمنہ اور ہماء کے دو سمسٹر تو چھٹیوں میں گزر گئے تیسرا سمسٹر تھوڑا آرام سے گزرا کیونکہ تعلیمی اداروں میں ویکسینشن کا آغاز کر دیا گیا اور اب وہ دونوں چوتھے سمسٹر میں ہیں۔

زندگی معمول پر آ گئی ہے لوگ پھر سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے ہیں کورونا وائرس کو کنٹرول کیے ہوئے کئی مہینے گزر گئے ہیں۔ یہ اکتوبر 2022ء کا زمانہ ہے ہماء اور آمنہ پانچویں سمسٹر میں پڑھ رہی ہیں۔ دونوں کلاس میں بیٹھی باتیں کر رہی ہیں۔

''آمنہ تمہیں پتہ ہے میں بہت زیادہ خوش قسمت ہوں۔'' اُس نے تبسم کے ساتھ کہا۔

''وہ کیسے؟'' آمنہ نے انجان ہو کر پوچھا۔

''وہ ایسے کہ میں پشاور میں اپنی پڑھائی مکمل کر رہی ہوں۔'' ہماری گاؤں کی لڑکیوں نے جب دسویں کا امتحان پاس کیا تو انہوں نے Govt Grils Degree Collage Mayar میں داخلہ لیا۔ میری فرینڈ مروہ بتا رہی تھی کہ فرسٹ ائیر میں ہماری پڑھائی کافی اچھی چل رہی تھی۔ وہاں کی ٹیچرز بہت زیادہ قابل اور محنتی تھیں اور وہ دور دراز کے علاقوں سے ہمیں پڑھانے کے لیے آتی تھیں جن میں میم ثروت اور میم لیلہ بہت زیادہ قابل اور محنتی تھیں۔ لیکن جیسے ہی ہم سیکنڈ ائیر میں گئے تو کالج سے ٹیچرز کا صفایا شروع ہوا۔ جب ہم فرسٹ ائیر میں تھے تو میم عبیر کا ٹرانسفر ہوا سیکنڈ ائیر میں میم سعدیہ کا ٹرانسفر ہوا۔ کالج آہستہ آہستہ خالی ہو رہا تھا۔

''بارہویں جماعت پاس کرنے کے بعد جب HEC نے BA, BSC, MA,MSC وغیرہ پر پابندی لگائی'' تو پہلے تو ہمیں ایڈمیشن نہیں دیا گیا جب کالج جا جا کر ہمارے پاؤں رگڑ گئے'' تو اکتوبر 2020ء میں ہمیں Associate Degree Program میں داخلہ دیا گیا۔ آرٹس کے سٹوڈنٹس کو BA کی جگہ ADA میں جبکہ Science کے سٹوڈنٹس کو BSC کی جگہ ADS میں داخلہ دیا گیا اور صرف دو ڈیپارٹمنٹس میں یعنی اسلامیات اور باٹنی۔'' جب 10 نومبر کو کلاسز کا باقاعدہ آغاز ہوا تو 25 نومبر کو دوبارہ اسکولز بند کر دیئے گئے۔'' آنلائن کلاسز ہم لے نہیں سکتے تھے کیونکہ لڑکیوں میں اکثریت کے پاس موبائل فون نہیں تھے۔'' پہلے سمسٹر میں اسلامیات کی ٹیچر میم طیبہ کا ٹرانسفر ہوا پھر بیالوجی کی ٹیچر میم شائستہ اور اکنامکس کی ٹیچر میم حناء کا ٹرانسفر ہوا۔ اکنامکس میں صرف ہم نے ایک چیپٹر پڑھا اور ٹیچر کا ٹرانسفر ہو گیا۔ بیالوجی کی کلاسز میم عظمی نے سنبھال لیں اور اسلامیات کی دوسری ٹیچر میم صفیہ کالج میں موجود تھی۔

دوسرے سمسٹر میں میم عظمیٰ جو ہمیں سوشل ورک پڑھا رہی تھیں۔ اُن کا ٹرانسفر ہوا وہ کتاب بھی ادھوری رہ گئی اور تیسرے سمسٹر میں میم صفیہ کا ٹرانسفر ہو گیا۔ پھر اسلامیات کے سٹوڈنٹس کے لیے کنٹریکٹ پر ٹیچر کو لایا گیا۔ چوتھے سمسٹر میں وہ بھی چلی گئی تین مہینے ہم گھر میں بیٹھے رہے پھر جب امتحان میں ایک مہینہ باقی تھا تو کنٹریکٹ پر ٹیچر کو لایا گیا۔ حیرت تو ہمیں اس بات کی تھی کہ ان ٹیچرز کی ٹرانسفر کے بعد کالج میں نئے ٹیچرز آتے بھی نہیں تھے۔ ایک دن ہم نے ہمت کر کے احتجاجی ریلی نکالی۔ تو صوبائی حکومت کو کچھ عقل آئی اور ہمارے کالج میں تین ٹیچرز کو تعینات کر دیا گیا۔'' لیکن اُن میں سے صرف ایک ٹیچر آئی باقی دو کا کچھ اتہ پتہ بھی نہ تھا۔'' اور جب ایسے تیسے کر کے ہمارے چار سمسٹر مکمل ہوئے تو پہلے تو ہمیں پانچویں سمسٹر میں ایڈمیشن نہیں دیا گیا۔ پھر ہمارا وقت خوب ضائع کرنے کے بعد جب ایڈمیشن کا آغاز کر دیا گیا تو صرف محدود سیٹوں پر۔ میں نے تیمر گرہ ڈگری کالج میں داخلہ لیا جبکہ ہماری ہم جماعت لڑکیوں میں سے اکثر نے داخلہ نہیں لیا کیونکہ تیمر گرہ ڈگری کالج بہت زیادہ دور تھا۔ اور ٹرانسپورٹ کا کرایہ بھی بہت زیادہ تھا۔ ''ہمارے کالج میں نہ بجلی ہے نہ پانی، نہ ٹیچرز اور نہ سٹوڈنٹس اب تو وہ کالج ایک بھوت بنگلہ بن گیا ہے۔ آمنہ تم ہی سوچو جب ہمارے تعلیمی ادارے ایسے رہیں گے تو پاکستان کیسے ترقی کرے گا۔'' اُس نے مایوسی کے ساتھ کہا۔

''ہماء تمہاری باتیں سُن کر میں تو حیران ہوئی، اچھا ہوا کہ تم یہاں آگئیں ورنہ تمہاری پڑھائی بھی اس طرح گھٹ گھٹ کر مکمل ہوتی۔'' اُس نے حیرانگی کے ساتھ کہا۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو اچھا ہوا کہ میں یہاں آگئی ورنہ میں بھی وہاں سڑتی۔ مجھے سڑنا نہیں لڑنا ہے، حالات کا مقابلہ کرنا ہے، جیتنا میرا مقدر ہے اور بننا مجھے سکندر ہے۔'' ہماء نے اپنے ابروؤں کو اُٹھاتے ہوئے کہا۔

واہ واہ! تم تو شاعری کرنے لگی ہو۔ ہماء ہمارا تعلیمی نظام تو ناقص ہے ہی۔ لیکن کورونا نے بھی ہمارے تعلیمی نظام کا بیڑا غرق کر دیا۔ مجھے تو اُس ٹائم بہت زیادہ بے چینی ہوتی تھی کہ پتہ نہیں کہ ہم دوبارہ کالج جا پائیں گے کہ نہیں اور جب بارہویں میں ہمیں بغیر امتحان کے پاس کر دیا گیا تو پھر تو میرا دل ہواؤں میں اُڑنے لگا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ ہمیں باقی سمسٹر میں بھی بغیر امتحان کے پاس کر دیا جائے۔ ''غریب آدمی کی زندگی تو اس وائرس نے اجیرن بنادی ہے۔'' جب میں بچوں عورتوں اور بزرگوں کو سستے آٹے کے لیے لائن میں کھڑا دیکھتی ہوں تو میرا دل خون کے آنسو روتا ہے کہ یہ ہے وہ ملک جو دنیا میں آٹا پیدا کرنے میں ساتویں نمبر پر ہے اور جب آٹا مل جائے تو وہ بھی اتنا غیر معیاری ہوتا ہے کہ کھانے کے لائق ہی نہیں ہوتا۔ لیکن کورونا کا ایک فائدہ بھی ہے۔

''کونسا فائدہ؟'' ہماء نے پوچھا۔

جب کو رونا آ گیا، سب کو رونا آ گیا، ہاتھوں کو صابن سے دھونا آ گیا۔

اوہ! آمنہ تم بھی تو شاعری کرنے لگی ہو۔ وہ دونوں باتوں میں مصروف تھیں کہ حناء اپنے گروپ کے ساتھ کلاس میں داخل ہوئی۔

السلام علیکم! ہماء تم کیسی ہو اور رحیم خان اور شائستہ کیسی ہیں۔ اور آمنہ تم سے تو میں نے پوچھا ہی نہیں فاطمہ بی بی کیسی ہے۔ اُس نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور ہمارے والدین بھی ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ہماء نے دوٹوک انداز میں کہا اور پھر آمنہ کے کان میں چھپ چھپ کر باتیں کرنے لگی۔

یہ تم دونوں کیا کھسر پھسر کر رہی ہو۔ اُس نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

ہماء اور آمنہ اپنی چیئر سے اُٹھیں اور دونوں نے گنگنانے کے ساتھ ڈانس شروع کر دیا۔ ہماء گا رہی ہے اور آمنہ اُس کے ساتھ ڈانس کر رہی ہے۔

''میرا دل جس دل پہ فدا ہے میرا دل جس دل پہ فدا ہے وہ آسیہ ہے وہ آسیہ ہے میری اُلفت میری وفا ہے وہ آسیہ ہے ہاں آسیہ ہے۔''

جب اُن دونوں کا ڈانس ختم ہو جاتا ہے تو وہ غصے سے لال ہو جاتی ہے۔

''تم دونوں کو کس نے بتایا کہ میرے والدین کا نام فدا اور آسیہ ہے؟'' حناء نے آنکھیں نکالتے ہوئے پوچھا۔

سچ سچ بتاؤ حناء ہمیں تمہاری فرینڈ مدیحہ نے بتایا تھا کہ تمہارے والدین کا نام فدا اور آسیہ ہے۔'' ہماء نے ہنستے ہوئے کہا۔اور پھر دونوں کلاس سے بھاگ گئیں۔

اُن دونوں کے جانے کے بعد حناء نے اپنی سہیلی مدیحہ کی بہت زیادہ پٹائی کی۔

مہینے گزرتے گئے اور سال بدل گئے آمنہ اور ہماء نے اپنی پڑھائی مکمل کر لی اِس دوران کبھی ہماء فرسٹ آتی اور کبھی آمنہ دونوں کے درمیان کانٹے دار مقابلہ ہوتا لیکن اُنہوں نے اُس مقابلے کو اپنی دوستی پر اثر انداز نہیں ہونے دیا۔پڑھائی مکمل کرنے کے بعد ہماء بھی اپنے گاؤں میاں کلے چلی گئی۔کیونکہ جس مقصد کے لیے وہ پشاور آئی تھی وہ مقصد اب پورا ہو چکا ہے۔

☆☆☆

ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی ہے۔بارش کے چھوٹے چھوٹے قطرے زمین پر گرتے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔آمنہ چادر لپیٹے کرسی پر بیٹھی ہے۔میز پر پکوڑے اور چائے کا کپ پڑا ہوا ہے اور اُس کے قریب موبائل فون بھی پڑا ہے۔موبائل پر کسی کی کال آرہی ہے۔وہ فون اُٹھا لیتی ہے۔

السلام علیکم کون بول رہے ہیں۔

دوسری طرف سے آواز آتی ہے وعلیکم السلام! میں ہماء بول رہی ہوں۔

''برائے مہربانی یہ رونگ نمبر ہے، میں کسی ہماء کو نہیں جانتی۔اُس نے انجان ہو کر کہا۔

''آمنہ تم تو بہت زیادہ تیور دکھا رہی ہو ہائی اسکول کی ٹیچر کیا بن گئی ہو تم تو مجھے بھول ہی گئی ہو۔''

''ہماء تم بھی ہائی اسکول کی ٹیچر بننے کے بعد مجھے بھول گئی ہو۔تمہیں یہاں سے گئے ہوئے صرف ایک سال ہوا ہے اور بیگانوں کی طرح مہینے میں کبھی کبھار ایک کال کر دیتی ہو۔میں تمہاری سہیلی ہوں اور تمہارا یہ فرض ہے کہ تم مجھے ہر دن کال کرو۔اور اگر دوبارہ سے تم نے ایسا کیا نہ تو میں موبائل کی اسکرین میں سے نکل کر تمہیں دو چار تھپڑ مار دوں گی سمجھیں۔اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اچھا میری بدمعاش دوست میں تمہیں روز کال کروں گی۔دراصل میں نے تمہیں دعوت دینے کے لیے کال کی ہے۔''اتوار کو میرے کزن کے ساتھ میری شادی ہے تم اور آنٹی ضرور آنا میں کارڈ بھی بھیج دوں گی۔''

کیا تمہاری شادی پر تمہاری منگنی کب ہوئی؟ بات تمہاری شادی تک پہنچ گئی اور تم نے مجھے کچھ بتایا بھی نہیں۔مجھے تو تمہارے شوہر کا نام بھی معلوم نہیں۔اُس نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

آمنہ وہ ایسا ہے نہ میرا رشتہ بچپن میں میرے کزن حارث کے ساتھ طے ہوا تھا۔وہ ہمارے رشتے دار ہیں اس لیے منگنی وغیرہ کی تقریب نہیں ہوئی اور اب ہماری شادی ہے۔

''میں نے تمہیں پہلے اس لیے نہیں بتایا تا کہ میں تمہیں سرپرائز دے سکوں۔''

پر ہماء ہم کیسے آسکتے ہیں مجھے تو تمہارے گھر کا پتہ بھی معلوم نہیں۔آمنہ نے پریشان ہو کر کہا۔

بس اتنی سی بات میں ماموں سے کہہ دوں گی تم لوگ اُن کے ساتھ آجانا۔

''میں امی سے بات کروں گی اگر وہ راضی ہوئیں تو ہم آئیں گے۔اب مجھے بہت زیادہ نیند آرہی ہے۔انشاءاللہ پھر تمہاری شادی میں ملیں گے۔خداحافظ!''

دوسری طرف سے آواز آتی ہے خداحافظ!

☆☆☆

بہار کا موسم شروع ہو گیا ہے۔ ہر بوٹا سرسبز و شاداب ہے۔ ہر طرف ہریالی بکھری ہوئی ہے پتا پتا کھل اُٹھا ہے۔

آمنہ جلدی کرو گاڑی آگئی ہے۔ہماء کے ماموں یاسین محمد نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا۔

جی انکل چلیئے چلتے ہیں۔اُس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

آمنہ اور اُسکی ماں ہماء کے ماموں یاسین محمد اور ممانی نفیسہ کے ساتھ لوئیر دیر جا رہی ہیں تاکہ ہماء کی شادی میں شرکت کر سکے۔سب گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں اور سفر شروع ہو گیا ہے۔مختلف جگہوں سے گزر کر آخر کار گاڑی میاں کلے میں داخل ہو جاتی ہے اور اُن کے گھر کے سامنے رُک جاتی ہے۔گاڑی سے اُتر کر سارے لوگ گھر کے اندر جا رہے ہیں۔سلام و کلام کرنے کے بعد آمنہ ایک کمرے میں داخل ہو جاتی ہے۔وہ دیکھتی ہے کہ ہماء آئینے کے سامنے بیٹھی ہے اور پارلر والی اُسے تیار کر رہی ہے۔ہماء آمنہ کو شیشے میں آتا ہوا دیکھ رہی ہے۔

''ارے! آمنہ تم آگئی ہو۔''اُس نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا۔

وہ اُسے گلے لگا کر رو رہی ہے۔آمنہ بھی رو رہی ہے۔

''ہماء اب یہ رونا دھونا چھوڑ دو تمہارا میک اپ خراب ہو جائے گا۔''اُس نے مذاقیہ

انداز میں کہا۔

"تم کبھی بھی نہیں سُدھرو گی۔" آنٹی کیسی ہیں اور تمہارا کیا حال ہے۔اُس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں ٹھیک ٹھاک ہیں اچھا اب تم بیٹھو اور بناؤ سنگھار شروع کرو۔ کیونکہ رُخصتی میں تھوڑا وقت بچا ہے۔اُس نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد دُلہن کو تیار کر کے سٹیج پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ ہماء نے لال رنگ کا لہنگا پہنا ہوا ہے اور وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے۔آمنہ بھی کالے رنگ کی شیفون کے کپڑوں میں بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے۔نکاح کی رسومات ادا کرنے کے بعد اُسے گاڑی میں بٹھا کر رُخصت کیا جا رہا ہے۔ ہماء اور اُس کے والدین بہت زیادہ رو رہے ہیں۔کئی گھنٹے گزرنے کے بعد سب لوگ چپ ہو گئے ہیں لیکن فاطمہ بی بی اب بھی رو رہی ہے۔

"امی آپ کیوں اتنا رو رہی ہیں۔سب لوگ چپ ہو گئے ہیں اور آپ اب بھی رو رہی ہیں، بیٹیاں گھروں میں بٹھانے کے لیے نہیں ہوتیں۔ بیٹیاں تو پرائی امانت ہوتیں ہے اور اُنہیں ایک دن دوسرے گھر جانا ہی پڑتا ہے۔ہو سکتا ہے ہماء کو سسرال میں وہ خوشیاں ملیں جو اُسے میکے میں نہیں ملیں۔" آمنہ نے جذباتی انداز میں کہا۔

"بیٹی میرا دل ہماء کی رُخصتی پر بھی غمگین ہے اور میں اس بات پر بھی اُداس ہوں کہ اگر کل کو تم شادی کر کے دوسرے گھر جاؤ گی تو میں تمہارے بغیر کیسے زندگی گزاروں گی۔" اُسکی ماں نے روتے ہوئے کہا۔

"امی آپ تو ایسے رو رہی ہیں جیسے میں ابھی ڈولی میں بیٹھ کر رُخصت ہو رہی ہوں۔اور ایک بات آپ یاد رکھیں۔میں شادی نہیں کروں گی میں ساری زندگی آپ کی

خدمت میں گزاروں گی۔'' اُس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

''ابھی تو تم کہہ رہی تھی کہ بیٹیاں پرائی امانت ہوتی ہیں اور اب تم اپنی باتوں سے مُکر گئی ہو۔'' اُسکی ماں نے اسے یاد دلاتے ہوئے کہا۔

''امی ہاں یہ بات سچ ہے لیکن ہر لڑکی پر اِس کا اطلاق نہیں ہوتا۔اگر میں شادی کر کے دوسرے گھر چلی جاؤں گی تو آپ کا خیال کون رکھے گا۔'' اُس نے پیشانی پر بل لاتے ہوئے کہا۔

''بیٹی میری عمر بیت گئی ہے اور سانسوں کا کیا بھروسہ آج میں زندہ ہوں شاید کل نہ رہوں تو پھر تمہارا خیال کون رکھے گا۔ یہ دنیا بڑی بے حس ہے تم اکیلی ساری دُنیا کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔اس لیے میری خواہش ہے کہ تم میری زندگی میں ہی شادی کرلو۔ہوسکتا ہے کہ شادی کے بعد تمہارے سارے خواب پورے ہو جائیں۔'' اُس کی ماں نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''امی ان ساری باتوں کے لیے کافی وقت باقی ہے۔آپ رونا چھوڑ دیں اور سو جائیں۔کافی رات ہوچکی ہے۔''

دوسری رات ولیمے کی تقریب ہورہی ہے، ہماء نے آف وائٹ کلر کا ڈریس پہنا ہوا ہے جبکہ دُلہے نے سفید رنگ کی شلوار قمیض کے ساتھ کوٹ پہنا ہوا ہے دُلہا اور دُلہن بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔ولیمے کی تقریب ختم ہونے کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔آمنہ بھی تھکان کی وجہ سے سو جاتی ہے۔

صبح کی اذان ہورہی ہے اندھیرا چھٹ رہا ہے اور اُجالا چھاہ رہا ہے۔مرغا اپنے مخصوص انداز مین بانگ دے رہا ہے۔آمنہ نرم گرم بستر سے اُٹھ کر وضو کرنے کے لیے جارہی ہے۔سارے بچے، بوڑھے، مرد اور عورتیں نماز پڑھنے کے لیے اُٹھ رہے ہیں۔وہ

وضو کرنے کے بعد نماز پڑھ رہی ہے۔

نماز پڑھنے کے بعد ساری عورتیں ناشتے کا انتظام کر رہی ہیں آج شادی کا چوتھا دن ہے ناشتہ کرنے کے بعد ہماء کے والد سب مہمانوں کو کہہ رہے ہیں کہ آج ہم آپ کو لوئیر دیر کی سیر کرائیں گے۔ سارے مہمان گاڑیوں میں سوار ہو کر سیر کرنے کے لیے نکل گئے۔ تھوڑی دیر سفر کرنے کے بعد گاڑی منڈا بازار میں داخل ہو گئی۔ منڈا بازار بہت مصروف ترین جگہ ہے۔ یہاں ہر پیشے سے تعلق رکھنے والے لوگ کام کرتے ہیں۔ ہماء کے والد نے سب کے لیے کباب خرید لیے اور سفر دوبارہ سے شروع ہو گیا۔ سب شاہی اور مسکینی کے سیر کو گئے جو بہت خوبصورت جگہیں ہیں۔ سیر کرنے کے بعد سب گھر کو واپس لوٹ آئے۔

پانچویں دن سب لوگ گاؤں کی سیر کو نکل گئے سب پیدل چل رہے ہیں۔ میا کلے ایک قدیم اور گنجان آباد گاؤں ہے یہاں کے زیادہ تر گھر مٹی اور پتھر کے بنائے گئے ہیں۔ جگہ جگہ سرسبز لہلہاتے کھیت اور درخت موجود ہیں۔ یہاں کے نوجوان کھیلوں کے بہت زیادہ شوقین ہیں۔ کوئی کرکٹ کھیل رہا ہے، کوئی فٹ بال، کوئی والی بال اور کوئی بیڈمنٹن کھیل رہا ہے۔ یہاں کی مساجد بھی بہت زیادہ خوبصورت ہیں۔ آمنہ کو میاں کلے بہت زیادہ پسند آیا کیونکہ یہاں کے لوگ بہت زیادہ مہمان نواز ہیں۔

ایک ہفتہ گزارنے کے بعد آمنہ اور اُسکی ماں واپس پشاور جا رہی ہیں۔

"آمنہ پلیز تم مت جاؤ کچھ دن اور رُک جاؤ۔" ہماء نے روتے ہوئے کہا۔

"ہماء میں نہیں رُک سکتی مجھے جانا ہی ہوگا تم اپنا خیال رکھنا۔" یہ کہنے کے بعد آمنہ ہماء سے لپٹ کر رونے لگی۔

وہ دونوں ہماء کے ماموں ں اور ممانی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئیں اور اپنے سفر پر

روانہ ہوگئیں۔

☆☆☆

رات کے 10 بج رہے ہیں۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا ہے۔سارے گھر میں اندھیرا ہے صرف سکندر خان کے کمرے میں لائٹ آن ہے۔وہ صوفے پر بیٹھا چائے پی رہا رہے۔عائشہ بھی اُس کے سامنے دوسرے صوفے پر بیٹھی ہے۔دونوں کے درمیان کوئی بات ہورہی ہے۔

''سکندر یہ پراپرٹی کے پیپرز ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپ آدھی پراپرٹی میرے نام کردیں۔''اُس نے پیپرز ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

''عائشہ تمہیں کس چیز کی کمی ہے جو تم پراپرٹی اپنے نام کرنا چاہتی ہو۔کیا فرق پڑتا ہے کہ پراپرٹی میرے نام پر رہے یا تمہارے۔''

ذرا سوچیئے اگر کل کو آپ نہیں رہیں گے تو کیا رضا مجھے اِس گھر میں رہنے دے گا۔اگر پراپرٹی میرے نام پر ہو جائے تو وہ ساری زندگی میری خدمت کرے گا''اور میں آپ سے پوری پراپرٹی تو نہیں مانگ رہی ہوں صرف آدھی مانگ رہی ہوں باقی آدھی آپ رضا کے نام کردیجیئے گا۔''اُس نے ماتھے پر بل لاتے ہوئے کہا۔

رضا ایسا نہیں ہے اگر پراپرٹی تمہارے نام پر بھی نہیں ہوگی تب بھی وہ تمہاری خدمت کرے گا۔اور کیا پتہ تم مجھ سے پہلے مرجاؤ۔اُس نے مذاقیہ انداز میں کہا۔

میں اتنا Serious Issue ڈسکس کررہی ہوں اور آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے۔آپ تو کہتے تھے کہ میں تمہارے لیے آسمان سے تارے توڑ کر لاؤں گا۔تمہارے لیے یہ کروں گا وہ کروں گا۔اور جب کرنے کا وقت آگیا ہے تو آپ کچھ بھی نہیں کر رہے۔آپ زمین کا ایک ٹکڑا میرے نام نہیں کر سکتے تارے کیا خاک توڑ کر لائیں

گے۔ مجھے آپ سے یہ اُمید نہیں تھی۔'' اُس نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

عائشہ تم نے مجھے اور میرے گھر کو بہت اچھے طریقے سے سنبھالا ہے۔تم پر پراپرٹی تو کیا میری جان بھی قربان ہے۔پیپرز لاؤ میں اُس پر دستخط کر دیتا ہوں۔'' اُس نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

''یہ لیجئے پیپرز دستخط کرنے سے پہلے پڑھ لیجئے۔'' عائشہ نے اُسے کہا۔

''کیا تمہاری سچائی کی گواہی یہ چند روپے کے کاغذ دیں گے مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے یہ لو پیپرز میں نے دستخط کر دیئے ،اب خوش۔''

آپ کا بہت بہت شکریہ آج پہلی بار میں سکیور محسوس کر رہی ہوں۔اُس نے خوشی سے کندھے اُچکاتے ہوئے کہا۔

عائشہ مجھے تمہیں ایک خوشخبری سنانی ہے۔

کیسی خوشخبری؟ اُس نے انجان انداز میں پوچھا۔

''رضا نے ایم بی اے کی ڈگری مکمل کر لی ہے اور کل وہ پاکستان آ رہا ہے۔'' سکندر خان نے ہنستے ہوئے کہا۔

یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے میں اُس کا پرتپاک استقبال کروں گی۔ عائشہ نے خوش دلی کے ساتھ کہا۔

عائشہ میرا بیٹا سالوں بعد پاکستان واپس آ رہا ہے میں بہت خوش ہوں۔میں ان گزرے سالوں میں ہر وقت اُسکے آنے کا انتظار کرتا تھا۔اور آخر وہ وقت آ گیا ہے۔اُس نے لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔

دوسرے روز شام کے وقت۔اُن کے گھر کے سامنے ایک گاڑی رُک جاتی ہے۔گاڑی سے ایک خوبصورت نوجوان نکل رہا ہے۔سکندر خان اور عائشہ اُسے ہار

پہنانے کے بعد گلے سے لگا رہے ہیں۔رضا گھر کے اندر داخل ہو رہا ہے۔اُس کے آنے کی خوشی میں ایک سرپرائز پارٹی رکھی گئی ہے۔اُس کے سارے دوست اور رشتے دار اُسے ہار پہنا رہے ہیں۔اور پھول برسا رہے ہیں۔پارٹی میں ناچ گانا شروع ہو گیا ہے۔لیکن وہ پارٹی کو بالکل بھی انجوائے نہیں کر رہا کیونکہ اُس کا دل کسی اور کی چاہ میں گم ہے۔پارٹی ختم ہو جانے کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔رضا بھی تھکان کے مارے سو جاتا ہے۔

☆☆☆

دوسرے روز آمنہ رضا کے آنے سے بے خبر اپنے کپڑے سی رہی ہے۔

''بیٹی کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے جاؤ جا کر دیکھ لو کہ کون ہے۔'' اُس کی ماں نے کہا۔

جی امی میں دیکھتی ہوں۔'' اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

ان کے دروازے کے سامنے ایک خوبصورت لڑکا کھڑا ہے کالے رنگ کی شلوار قمیض میں وہ غضب ڈھا رہا ہے۔ ماتھے پر دھرے گیلے بالوں کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ وجیہہ لگ رہا ہے۔دروازہ بہت زیادہ بڑا ہے۔وہ دروازے کو ٹیک لگائے سیلفی لے رہا ہے۔آمنہ دروازہ کھول رہی ہے۔دروازہ کھولتے ہی وہ زمین پر گر جاتا ہے۔وہ جب یہ سارا منظر دیکھتی ہے تو ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو جاتی ہے۔اپنی ہنسی پر قابو پا لینے کے بعد وہ لڑکے کو غور سے دیکھ رہی ہے۔وہ دل میں کہہ رہی ہے۔ارے! یہ تو رضا ہے نہیں یہ رضا نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کے سر پر تو بال نہیں ہیں۔اور اِس لڑکے کے سر پر بال ہیں شاید یہ اُس کا ہم شکل ہو گا۔ پر شکل تو دونوں کی ایک جیسی ہے۔

پلیز مجھے اُٹھا لو۔اُس نے درد سے کراہتے ہوئے کہا۔

اُس کے کہنے پر وہ اُسے اُٹھا لیتی ہے۔

''اچانک دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت تھی۔ دروازہ کھولنے سے پہلے لوگ آواز دیتے ہیں تم نے تو میری کمر توڑ دی ہے۔'' اُس نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

کیا آپ اندھے ہیں دروازے کو آپ نے ٹیک لگائی تھی آپ کو اتنا معلوم نہیں کہ جب کوئی دروازہ کھولے گا تو میں گر جاؤں گا۔ اور ویسے آپ ہیں کون جو ہمارے گھر آ کر ہم سے لڑ رہے ہیں۔

''کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا میں رضا ہوں۔ تمہارا ماموں زاد۔'' اُس نے ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

نہ میں کسی رضا کو جانتی ہوں اور نہ میرا کوئی ماموں زاد ہے۔ اُس نے اجنبیت کے ساتھ کہا۔

میں تمہیں جانتا ہوں اور تم مجھے نہیں جانتیں یہ ہو ہی نہیں سکتا یہ مذاق کرنا چھوڑ دو۔

''میں کسی رضا وضا کو نہیں جانتی نکل جاؤ میرے گھر سے۔'' اُس نے غصے میں آ کر کہا۔

وہ اُسے گھر سے باہر کر رہی ہے۔ اُس کی ماں شور سُن کر باہر آ جاتی ہے۔

''بیٹی دروازے پر کون ہے؟''

امی کوئی نہیں ہے بس ایک آوارہ کتا ہے میں اُسے بھگا رہی ہوں۔ اُس نے انجان ہو کر کہا۔

''پھوپھو میں رضا ہوں۔ یہ آمنہ مجھے گھر میں داخل ہونے سے رُوک رہی ہے۔''

بیٹا اندر آ جاؤ وہ تو تمہارے ساتھ مذاق کر رہی تھی میرا بچہ اتنے سالوں بعد آیا ہے۔ اُس کی ماں نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

فاطمہ بی بی اپنے بھتیجے کے ماتھے کو بوسہ دے رہی ہے۔ جس کے بعد دونوں کمرے

میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

بیٹی رضا کے لیے شربت بنا کر لاؤ کئی سالوں بعد ہمارے گھر آیا ہے۔اُس کی ماں نے اُسے ہدایت دی۔

امی کیا آپ کے لیے بھی شربت بنا دوں؟

نہیں بیٹی میرا گلا خراب ہے صرف رضا کے لیے شربت بنا دو۔

تھوڑی دیر بعد وہ ٹرے میں شربت لاتی ہے اور اُس کے سامنے رکھ دیتی ہے۔

''بیٹی اس شربت کا رنگ تو کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا ہے۔''اُس کی ماں نے شربت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

امی ٹھیک ہی تو ہے۔آمنہ نے کہا۔

وہ گلاس اُٹھا لیتا ہے ایک گھونٹ پی لینے کے بعد اُس کا رنگ زرد سا ہو جاتا ہے۔

''رضا شربت پیو نہ تم کتنے سالوں بعد ہمارے گھر آئے ہو۔تمہاری اتنی خاطر داری تو بنتی ہے نا۔'' یہ کہہ کر وہ چہرے پر تبسم لیے کچن کے اندر چلی جاتی ہے اور رات کے کھانے کا انتظام شروع کر دیتی ہے۔شربت پی لینے کے بعد رضا بھی اُس کے پیچھے پیچھے کچن چلا جاتا ہے۔

سنو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔

''میں فضول لوگوں سے بات نہیں کرتی۔''اُس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

تم نے شربت میں کیا ملایا تھا سیدھا سیدھا بتا دو ورنہ میں پھوپھو کو جا کر بتا دوں گا کہ تم نے شربت میں کچھ ملایا تھا۔رضا نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

اِس بار میں نے تمہارے شربت میں مرچ مصالحہ ڈالا تھا اگلی بار اگر تم نے ہمارے گھر آنے کی کوشش کی تو میں تمہارے شربت میں زہر ملا دوں گی۔پھر تو یہاں سے تمہارا

جنازہ نکلے گا۔'' اُس نے چھری دکھاتے ہوئے کہا۔

میں تو ہر روز یہاں آؤں گا تمہیں جو کرنا ہے شوق سے کرو۔اور ہاں جلدی سے رات کے کھانے کی تیاری کرو۔کیونکہ میں یہاں کھانا کھاؤں گا۔اُس نے ہٹ دھرمی کے ساتھ کہا۔

ایک تو بن بلائے مہمان اور اُوپر سے ایسے حکم چلا رہے ہو کہ جیسے میں تمہاری نوکرانی ہوں۔

میں نے کب تمہیں نوکرانی کہا، میں تو کسی رشتے کے ناطے تم پر حکم چلا رہا تھا۔اُس نے ہلکی تبسم کے ساتھ کہا۔

''کونسا رشتہ ؟اور تم میرے لگتے کیا ہو؟'' اُس نے اجنبیت بھرے انداز میں پوچھا۔

وہ تو آنے والے دنوں میں پتہ چل جائے گا۔'' رضا نے ہنسی چھپاتے ہوئے کہا۔

وہ کچن سے باہر چلا جاتا ے اور آمنہ رات کے کھانے کا بندوبست کررہی ہے۔عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد تینوں دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں۔

''بیٹا آج کل تم کیا کر رہے ہو؟'' اُس کی ماں نے رضا سے پوچھا۔

پھوپھو میں لے ایم بی اے کرلیا ہے اور اب سوچ رہا ہوں کہ پاپا کا بزنس سنبھالوں گا۔آمنہ تم کیا کررہی ہو؟

میں ہائی اسکول میں ٹیچنگ کررہی ہوں اور ساتھ میں سی ایس ایس کے لیے تیاری بھی کررہی ہوں۔

''ویسے ماننا پڑے گا تم اپنے ارادوں کی پکی نکلیں۔'' اُس نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

تمہارے سر پر تو بال نہیں تھے اب یہ بال کیسے آ گئے ہیں؟ اُس کی ماں نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

پھوپھو میں نے ہیئر ٹرانسپلانٹ کیا ہے۔

اچھا ہوتا کہ یہ بندر ہیئر ٹرانسپلانٹ کے دوران ہی مر جاتا۔'' اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔

''مرے میرے دشمن مجھے تو 50 سالوں تک تمہیں اور تنگ کرنا ہے۔'' پھوپھو یہ ٹیچر تو بن گئی ہے لیکن ہاوس وائف نہیں بن سکتی نہ اسے کھانا پکانا آتا ہے اور نہ گھر چلانا آتا ہے۔ یہ تم نے کیسا کھانا پکایا ہے۔ پھوپھو اسے کچھ سکھائیں کل کو اگر یہ سُسرال جائے گی تو کیا کرے گی؟ اُس نے طنز بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

مجھے کھانا پکانا بخوبی آتا ہے اور سب لوگ میرے پکائے کھانے کی خوب تعریفیں بھی کرتے ہیں۔ ''تم نے صبح برش نہیں کیا ہوگا، اس لیے تمہیں کھانا بدذائقہ لگ رہا ہے'' اور جہاں تک گھر چلانے کی بات ہے۔ گھر کے پہیے نہیں ہوتے کہ میں گھر کو چلاؤں بلکہ گھر کو سنبھالا جاتا ہے اور سارا گھر میں سنبھالتی ہوں اس لیے یہ فضول طعنے دینا بند کرو۔ آمنہ نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''بچو! یہ مذاق وغیرہ چھوڑ دو اور کھانا کھاؤ، کھانے کے دوران باتیں کرنا اچھی بات نہیں ہے۔

☆☆☆

رات کے 10 بج رہے ہیں۔ تیز ہوائیں چل رہی ہیں طوفانی ہوائیں اپنے ساتھ ہر چیز کو اُڑا کر لے جا رہی ہیں۔ رضا بمشکل گھر پہنچ جاتا ہے اور گاڑی پارک کر رہا ہے۔ گاڑی سے باہر نکلنے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ سکندر خان۔ سڑک پر بیٹھا رو رہا ہے۔ وہ

بھاگتا ہوا اپنے والد کے پاس جا رہا ہے۔

پاپا آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟ چلیے گھر چلتے ہیں۔'' رضا نے اُن کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بیٹا اب یہ گھر ہمارا نہ رہا اب ہم اس گھر میں نہیں جا سکتے۔ آخر کار اِس دنیا نے مجھے ٹھوکر مار ہی دی۔'' اُس کے والد نے روتے ہوئے کہا۔

''پاپا یہ آپ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' اُس نے انجان ہو کر پوچھا۔

''بیٹا عائشہ ضد کر رہی تھی کہ میں آدھی پراپرٹی اُس کے نام کر دوں۔ میں نے پیپرز پر بغیر پڑھے دستخط کر دیے۔'' اُس نے مجھے پیپرز پڑھنے کا کہا بھی تھا لیکن میں نے انکار کر دیا کیونکہ مجھے اُس پر پورا یقین تھا کہ وہ میرے ساتھ بے وفائی نہیں کرے گی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ ایسی نکلے گی۔ اُن دستاویزات میں لکھا تھا کہ میں اپنے پورے ہوش وحواس میں عائشہ کو طلاق دیتا ہوں اور اپنی ساری پراپرٹی میں نے اُسکے نام کر دی ہے۔''

آج جب میں گھر آیا تو اُس نے مجھے گھر میں داخل ہونے سے رُوک دیا۔ اُس کے پہلو میں اُس کا ایک ہم عمر شخص کھڑا تھا۔ جب میں نے اُس سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو اُس نے بتایا کہ یہ میرا شوہر ہے۔

میں نے حیرانگی کے عالم میں کہا تمہارا شوہر تو میں ہوں پھر یہ تمہارا شوہر کیسے ہو سکتا ہے۔ تو اُس نے مجھے جواب دیا کہ آپ پہلے میرے شوہر تھے لیکن اب نہیں رہے۔ آپ نے اُن پیپرز پر سائن کر کے پراپرٹی کے ساتھ ساتھ مجھے طلاق بھی دے دی ہے۔ یہ دیکھ لیجئے پیپرز پیپرز دکھانے کے بعد اُس نے مجھے گھر سے نکلنے کا کہا اور دروازہ بند کر دیا۔ اُس کے والد نے روتے ہوئے کہا۔

دونوں باپ بیٹا بہت زیادہ رو رہے ہیں۔سکندر خان تو غم کی وجہ سے پاگل سا ہو گیا ہے۔اچانک گھر کا دروازہ کھلتا ہے۔عائشہ گھر سے نکل کر سیدھی رضا کے پاس آ رہی ہے۔

''رضا مجھے اِس گاڑی کی چابی دو اب یہ میری ملکیت ہے۔''اُس نے غرور بھرے انداز میں کہا۔

یہ لو چابی تم جو لینا چاہتی ہو لے لو لیکن یہ بھی یاد رکھنا کہ ''کسی کے اُجڑے گھر پر بسایا گھر کبھی آباد نہیں ہوتا۔'' میرے والد کی وفاداریوں کا تم نے یہ صلہ دیا ''تم ایک دن ضرور پچھتاؤ گی۔''اُس نے جوش بھرے انداز میں کہا۔

''اپنی نصیحت اپنے پاس رکھو، میرا جو ہو گا دیکھا جائے گا۔تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' یہ کہنے کے بعد وہ گھر کے اندر چلی جاتی ہے۔وہ اپنے والد کو سہارا دے کر اُٹھا رہا ہے۔

''پاپا چلیے پھوپھو کے گھر چلتے ہیں۔''اُس نے اپنے والد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

نہیں بیٹا میں وہاں کس منہ سے جاؤں گا میں نے اپنی بہن اور بھانجی کو بہت دھتکارا ہے۔میں اتنا ظالم انسان ہوں کہ سب مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔یہ کہنے کے بعد اُس کا سر چکرا جاتا ہے۔رضا اُسے قریبی ہسپتال منتقل کر دیتا ہے جہاں پر ڈاکٹر اُسے کہتا ہے کہ کمزوری کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ہوش میں آنے کے بعد وہ دونوں فاطمہ بی بی کے گھر چلے جاتے ہیں۔وہ جب اپنے بھائی کو دیکھتی ہے تو اُسے گلے لگا کر سارے گلے شکوے بھلا دیتی ہے۔رضا اُنہیں ساری حقیقت سے آگاہ کر دیتا ہے۔

جس گھر کو میں کباڑ خانہ کہتی تھی۔آج اُس کی اہمیت اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ بڑے بڑے لوگ یہاں آ کر رہ رہے ہیں۔یا اللہ! تیرا بہت بہت شکر یہ کہ ہمارے سر پر چھت تو

ہے۔'' آمنہ دل ہی دل میں کہنے لگی۔

☆☆☆

رات کا وقت ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں۔آمنہ چھت پر چاندنی رات کا نظارہ کر رہی ہے۔آسمان پر رنگ برنگے تارے نمودار ہیں۔وہ تاروں کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہی ہے۔تھوڑی دیر بعد وہ نیچے اُتر کر اپنے کمرے میں سونے کے لیے جا رہی ہے۔کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ دیواروں کو دیکھ رہی ہے۔

''امی جلدی آئے امی جلدی آئے۔'' اُس نے چلاتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا تم کیوں اتنی چلا رہی ہو؟'' رضا نے حیرانگی کے ساتھ پوچھا۔

میں نے امی کو بلایا تھا تمھیں نہیں تم کیوں آگئے؟ اُس نے ماتھے پر بل لاتے ہوئے پوچھا۔

پھوپھو کچن میں برتن دُھو رہی ہیں اس لیے میں آگیا۔تمھیں کیا مسئلہ ہے تم کیوں چلا رہی تھی۔

''رضا اُس دیوار پر چھپکلی ہے۔پلیز اُسے باہر نکال دو مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں یہ چھپکلی مجھے کاٹ نہ لے۔'' اُس نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

وہ چھپکلی کو حیرانگی کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔

تم کیا سوچ رہے ہو جلدی سے چھپکلی کو باہر نکال دو۔آمنہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم 45 کلو کی ہو اور یہ چھپکلی ایک کلو کی بھی نہیں ہوگی۔کیا اتنی چھوٹی سی چھپکلی کے منہ میں تم سما سکتی ہو۔کہ یہ تمھیں کاٹ لے گی۔'' اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

مذاق کرنا چھوڑو اور جلدی سے چھپکلی کو باہر نکالو مجھے ڈر لگ رہا ہے۔

رضا اُسے ایسے گھبراتا ہوا دیکھ کر زور زور سے ہنس رہا ہے۔اچانک چھپکلی زمین پر اُس کے پاؤں کی قریب گر جاتی ہے وہ چھپکلی کو دیکھ کر بہت گھبرا جاتا ہے اور بیڈ پر چڑھ کر چلانا شروع کر دیتا ہے۔چھپکلی چھپکلی۔آمنہ بھی بیڈ پر بیٹھی ہے۔وہ جب اُسے چلاتا ہوا دیکھتی ہے تو زور زور سے ہنستی ہے۔

''تم کیوں اتنے چلا رہے ہو۔کیا اتنی چھوٹی سی چھپکلی کی منہ میں دیو جتنا بڑا رضا سما سکتا ہے۔'' چھپکلی باہر بھی نکل گئی ہے اور تم اب بھی چلا رہے ہو۔''اب پتہ چلا کہ مردوں کو بھی چھپکلی سے ڈر لگتا ہے۔''میرے بیڈ سے نیچے اُترو بزدل کہیں کے۔اُس نے گھورتے ہوئے کہا۔

وہ پشیمان ہو کر نیچے اُتر جاتا ہے اور کمرے سے باہر چلا جاتا ہے۔

آمنہ سونے کے لیے لیٹ جاتی ہے۔اچانک اُسے پیاس لگتی ہے۔وہ پانی پینے کے لیے کچن جا رہی ہے۔کچن رضا کے کمرے کے قریب ہے۔جاتے ہوئے اُس کی نظریں اُس پر پڑ جاتی ہے۔وہ دیکھتی ہے کہ اُس کے ہاتھ میں ایک لڑکی کی چُٹیا ہے۔اور وہ ہنس رہا ہے۔

''ارے! یہ تو میری چُٹیا ہے۔'' اُس نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

وہ اُس کے کمرے میں داخل ہو جاتی ہے اور اُس کے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیتی ہے۔

''آج تو میں تمہیں مار کر ہی چھوڑوں گی۔تم ہر وقت میری کٹی ہوئی چُٹیا دِکھا کر مجھے ستاتے ہو اور میرا مذاق اُڑاتے ہو۔تم نے اتنے سالوں سے یہ چٹیا اس لیے سنبھال کر رکھی ہے۔تاکہ تم مجھے یہ یاد دلاؤ کہ تم نے مجھ سے کیسے بدلہ لیا تھا۔تم میری زندگی سے چلے کیوں نہیں جاتے تم نے میری زندگی عذاب بنا دی ہے۔''جس دن تم میری زندگی

سے جاؤ گے اُس دن میں خیرات بانٹوں گی۔" اُس نے بلند آواز میں کہا۔

"تم مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہو آخر میں نے کیا کیا ہے؟" رضا نے انجان ہو کر پوچھا۔

تم نے میری زندگی عذاب بنا دی ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ کمرے سے باہر چلی جاتی ہے۔

رضا یہ سوچ کر پریشان ہو رہا ہے کہ آخر وہ اُس سے کیوں اتنی نفرت کرتی ہے۔ دوسرے دن صبح سے لے کر دوپہر تک وہ اسی سوچ میں گم ہے وہ اپنے سوالوں کا جواب ڈھونڈنے کے لیے اپنے والد کے پاس چلا جاتا ہے۔ سکندر خان گھر سے باہر درخت کے سائے میں چارپائی پر بیٹھا ہے۔ وہ بھی اُس کے قریب چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے۔

"پاپا مجھے آپ سے ایک سوال پوچھنا تھا۔" رضا نے کہا۔

پوچھو بیٹا۔

"پاپا آپ کے اور پھوپھو کے درمیان کیوں اتنے اختلافات تھے؟"

"بیٹا میں جانتا تھا تم مجھ سے یہی سوال پوچھو گے۔ آج میں تمہیں سب سچ سچ بتاؤں گا۔" بیٹا جب میں جوان تھا تو ایک مڈل کلاس فیملی سے تعلق رکھتا تھا۔ میں ایک کمپنی میں کام کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے باس کو رات کے کھانے کی دعوت دی جب وہ ہمارے گھر آیا تو اُسے فاطمہ بی بی پسند آئی۔ اُس کا نام حسن خان تھا اور اُس کی عمر 50 سال تھی۔ کاروباری مصروفیات کی وجہ سے اُس نے اپنا گھر بسانے کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ دوسرے دن وہ فاطمہ کا ہاتھ مانگنے کے لیے آ گئے۔ بابا نے تو صاف انکار کر دیا کیونکہ وہ اُس وقت 20 سال کی تھی۔ اور دونوں کی عمر میں زمین و آسمان فرق تھا۔ اور

دوسری طرف فاطمہ کا رشتہ بچپن میں ہی ہمارے چچازاد فیصل کے ساتھ طے ہوا تھا۔حسن خان انکار کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔کیونکہ وہ ایک امیر آدمی تھا اور اُس نے کبھی بھی ہارنا نہیں سیکھا تھا۔اُس نے مجھے ایک آفر دی کہ اگر میں کسی طرح سے اُن دونوں کی شادی کروا دو تو وہ مجھے پچاس کروڑ روپے دے گا۔میں نے فوراً ہاں کر دی۔میں نے فیصل کو پیسوں کا لالچ دے کر رشتہ توڑنے کا کہا۔وہ فوراً راضی ہوا اور اُس نے رشتہ توڑ دیا۔رشتہ ٹوٹنے کی خبر سُن کر بابا کو ہارٹ اٹیک ہو گیا۔اور وہ اُسے وقت اِس دنیا سے رخصت ہو گئے۔''فاطمہ بی بی پر تو غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ ایک تو اُس کا رشتہ ٹوٹا اور دوسرا اس کے سر پر والد کا سایہ نہیں رہا۔'' جب حالات تھوڑے معمول پر آ گئے۔تو میں نے اُس کی شادی زبردستی کروا دی۔اُن کی شادی کے کچھ ہی مہینوں بعد فیکٹری میں آگ لگ گئی اور اُس کا شوہر کنگال ہو گیا۔اُنہیں اپنا عالیشان گھر بیچ کر اِس گھر میں منتقل ہونا پڑا۔''پھر اُن کی زندگی میں آمنہ آئی وہ تھوڑی خوش رہنے لگی تھی کہ حسن خان کو کینسر ہو گیا۔اُسے جیسے ہی کینسر ہوا تو اُسے اپنی غلطیوں کا احساس ہوا اُس نے فاطمہ کو سب سچ سچ بتا دیا۔جس کے بعد سے وہ مجھ سے نفرت کرنی لگی۔اُنکے پاس علاج کے لیے پیسے نہیں تھے۔جب میں نے اُنہیں پیسے دینے کی کوشش کی تو اُنہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔وہ لوگوں کے گھروں میں کام کرنی لگی۔''لوگ مجھے طعنے دیتے تھے کہ اتنے امیر ہونے کے باوجود تمہاری بہن لوگوں کے گھروں میں کام کر رہی ہے۔''اور ایک دن اُس کا شوہر بھی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔'' میں اُن کے گھر گیا اور اُن دونوں کو اپنے ساتھ لانے کے بہت کوشش کی لیکن فاطمہ بی بی نے کہا کہ مجھے لوگوں کے گھروں میں کام کرنا پسند ہے۔لیکن آپ کے گھر میں رہنا نہیں۔''میرا گھر تو آپ نے اُجاڑ دیا اب آپ کو اور کیا چاہیے۔'' جب اُس نے آنے سے انکار کر دیا تو میرے دل

میں اُس کے لیے شدید قسم کی نفرت پیدا ہوئی۔

اب مجھے پتہ چلا کہ میں کتنا غلط تھا ''ہر لڑکی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کا شوہر اُس کا ہم عمر ہو۔'' میں نے اُس کی مرضی کے خلاف اُس کا رشتہ جوڑا۔ میں اپنے والد کا قاتل بھی ہوں۔ ''میں نے اُسکے بکھرے ارمانوں پر اپنا گھر بسایا تھا اور آج وہ برباد ہو گیا۔'' میں نے آمنہ سے اُس کا بچپن بھی چھینا میں نے اتنی غلطیاں کی ہیں کہ معافی مانگنے سے شرم آ رہی ہے۔ رضا میں بہت برا ہوں میں بہت برا ہوں۔ اُس نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا۔

پاپا آپ نے پھوپھو کے ساتھ بہت ناانصافی کی ہے۔ ''میں کل رات سے بہت پریشان تھا کہ آخر آمنہ مجھ سے کیوں اتنی نفرت کرتی ہے۔'' لیکن اب مجھے پتہ چلا کہ وہ اس وجہ سے ناراض ہے۔

نہیں بیٹا اُسے اس بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں فاطمہ نے اس سے سچائی چھپائی ہے ''وہ تم سے کسی اور وجہ سے نفرت کرتی ہے۔'' بیٹا میں پہلے ہی تمہیں یہ سب کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں حقیقت جاننے کے بعد تم مجھ سے نفرت نہ کرنے لگو۔ ''آمنہ کی تم سے نفرت کی وجہ بھی میں ہوں۔''

ایک دن آصف ہمارے گھر آیا اور اُس نے مجھے تم دونوں کی دوستی کے بارے میں بتایا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم غریب لوگوں کے درمیان میں اُٹھو بیٹھو کیونکہ اُس وقت میرے آنکھوں پر دولت کی پٹی بندھی ہوئی تھی اور تم امریکہ جانے سے بھی انکار کر رہے تھے۔ اُس نے مجھے بتایا کہ تم آمنہ کی وجہ سے امریکہ جانے سے انکار کر رہے ہو۔ ''میں نے سوچا کہ اب پانی سر سے گزر چکا ہے اور اگر میں نے اس پانی کو نہیں روکا۔ تو یہ سیلاب کی شکل اختیار کر کے سب کچھ تباہ کر دے گا۔'' اس لیے میں نے اور آصف نے مل کر ایک

منصوبہ بنایا میں نے اُس سے کہا کہ تم جا کر رضا سے معافی مانگو اُس نے ویسا ہی کیا۔ میں نے تم دونوں کی وڈیو بنائی اور پھر اُس وڈیو کو ایڈٹ کر دیا اور اُس میں آمنہ کے خلاف باتیں شامل کیں۔ پھر میں نے وہ ویڈیو اُس کی ایک فرینڈ کے ذریعے اُس تک پہنچائی۔ اُس ویڈیو کی وجہ سے وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔ بیٹا آج میں اُسے سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا۔ اُس کے والد نے پچھتاوے کے ساتھ کہا۔

نہیں پاپا آپ اُسے کچھ بھی نہیں بتائیں گے۔ اُس کی دل میں آپ کے لیے تھوڑی سی محبت پیدا ہو رہی ہے۔ لیکن یہ سچ جاننے کے بعد وہ آپ سے نفرت کرنے لگے گی۔ ''اگر میرے پیار میں طاقت ہو گی تو وہ خود بخود میری طرف کھنچی چلی آئے گی۔'' اور آپ خود کو کوسنا بند کریں جو ہوا سو ہوا وہ آپ کا ماضی تھا اس لیے اب ان پرانی باتوں کو دُہرانا چھوڑ دے۔

''بیٹا مجھے پتہ ہے کہ تم بچپن سے آمنہ کو بہت زیادہ پسند کرتے ہو میں فاطمہ سے تم دونوں کے رشتے کی بات کروں گا۔''

☆☆☆

خزاں کا موسم ہے۔ ہر طرف اُداسی چھائی ہوئی ہے۔ درختوں سے پتے جھڑ رہے ہیں اور شاخیں سُوکھ گئی ہیں موسم کی طرح رضا کا دل بھی بہت اُداس ہے۔ کیونکہ آمنہ نے اُس کے رشتے کو ٹھکرایا ہے۔ وہ صوفے پر گم صم بیٹھا ہے۔

فاطمہ بی بی اپنے پڑوسن کے گھر فاتحہ خوانی کے لیے گئی ہے اور سکندر خان سو رہا ہے۔ آمنہ نے باقی گھر کو صاف کر دیا ہے۔ صرف پونچھا مارنا باقی ہے۔ وہ صفائی کی وجہ سے بہت زیادہ تھک گئی ہے اور جب وہ اُسے آرام سے بیٹھا ہوا دیکھتی ہے تو غصے سے لال ہو جاتی ہے۔

"میں اِس گھر کی مالکن ہوں اور میں صفائی کر رہی ہوں اور تم یہاں مفت میں رہ رہے ہو۔ پھر بھی آرام کر رہے ہو اُٹھو، اور یہ پونچھا مارو میں تھک گئی ہوں۔"

رضا پونچھا مارنے کے لیے اُٹھ جاتا ہے اور وہ صوفے پر بیٹھ جاتی ہے۔

"یہ آج کل کی عورتیں بھی نا خود تو کچھ کر نہیں سکتی، بس سارا کام لڑکوں سے کرواتی ہیں۔" اُس نے پونچھا مارتے ہوئے کہا۔

کیا تم نے مجھے عورت کہا میں عورت نہیں لڑکی ہوں۔ آمنہ نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"شکر کرو کہ میں نے تمھیں عورت کہا تم تو بوڑھی ہوگئی ہو۔ اپنے بالوں کو دیکھو سارے سفید ہوگئے ہیں۔" اُس نے اُس کے بالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ آج کل تو بچوں کو بھی یہ پرابلم ہے وٹامن ڈی کی کمی کی وجہ سے میرے بال بڑھاپے سے پہلے سفید ہوگئے ہیں۔" اُس نے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

"میں بھی یہ کہہ رہا ہوں کہ تھوڑا کمرے سے نکل کر سورج کے سامنے بیٹھا کرو۔ سارا دن کمرے میں گھسی رہتی ہو۔"

میں سی ایس ایس کے لیے تیاری کر رہی ہوں تمھاری طرح فضول نہیں گھوم رہی ہوں۔ آمنہ نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"ایک تو پاکستانیوں کو سی ایس ایس کے علاوہ کوئی کام نہیں جسے دیکھو سی ایس ایس کر رہا ہے۔" کیا سی ایس ایس کے علاوہ کوئی اور فیلڈ نہیں ہے۔ تم نے تو سی ایس ایس کو سر پر اتنا چڑھایا ہوا ہے کہ چوسے ہوئے گنے سے بھی پتلی ہوگئی ہو۔ صحت پہلے اور پڑھائی بعد میں "تم خود کو دیکھ لو بوڑھی عورت لگتی ہو تم سے کون شادی کرے گا؟" اُس نے آمنہ

کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"دیر مي بدی شی دا زره مي درنه سم تور شو خوك چاته داسي خبری کی۔"

"اپنے دل پر کریم لگا لوتا کہ سفید ہو جائے۔" رضا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

آمنہ رضا سے کہہ رہی تھی کہ میں تم سے سخت نفرت کرتی ہوں میرا دل تم سے بھر گیا ہے۔کوئی کسی کو ایسی کھری سناتا ہے کیا۔زرہ می درنہ سم تور شو پشتو کا ایک محاروہ ہے۔حقیقی معنوں میں اس کا مطلب ہے کہ میرا دل تم سے کالا ہو گیا ہے لیکن مجازی معنوں میں اُس کا مطلب ہے کہ میرا دل تم سے بھر گیا ہے۔

"اگر مجھے کینسر بھی ہو جائے تب بھی میں تم سے شادی نہیں کروں گی۔" اور تم مجھے کہہ رہے تھے نہ کہ میں شادی کے لائق نہیں ہوں تم سب سے پہلے اپنے چہرے کو شیشے میں دیکھ لو،تم سے کون شادی کرے گا؟ آمنہ نے اُس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھ سے تم شادی کرو گی۔" آمنہ میں تمہیں بچپن سے پسند کرتا ہوں۔میں نے تمہیں اُس وقت اس لیے نہیں بتایا کیونکہ ہم دونوں بہت چھوٹے تھے اور میں نے سوچا کہ تم میرے بارے میں کیا سوچو گی۔وہ آمنہ کا ہاتھ پکڑ کر پورے جذبات کے ساتھ کہہ رہا ہے۔

"آمنہ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں کیا تم مجھ سے شادی کرو گی۔"

وہ جب رضا کو اپنا ہاتھ پکڑتے ہوئے دیکھتی ہے تو اُس کا دماغ سن ہو جاتا ہے اور وہ گھبراہٹ کے مارے چلانا شروع کر دیتی ہے،امی بچائے امی بچائے۔شور و شرابے کی وجہ سے سکندر خان بھی اُٹھ جاتا ہے اور کمرے سے باہر آ کر حالات کا جائزہ لے رہا ہے۔

"کیا ہوا؟ تم دونوں نے اتنا شور کیوں مچا رکھا ہے؟" رضا اپنے والد کو دیکھتے ہی

اُس کا ہاتھ چھوڑ دیتا ہے۔

وہ پاپا آمنہ کے پاؤں کے قریب چھپکلی گری تھی اس لیے چلا رہی تھی ،ڈرپوک کہیں کی چھپکلی سے بھی کوئی ڈرتا ہے کیا؟ رضا نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''ماموں چھپکلی نہیں تھی بلکہ رضا کی طرح بڑا سانپ تھا لیکن میں نے خود کو بچا لیا۔''

سکندر خان دونوں کی باتیں سننے کے بعد ہنستے ہوئے کمرے کے اندر جا رہا ہے۔

اگر اگلی بار تم نے میرا ہاتھ پکڑنے کی یا میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں تمہارے خلاف پولیس اسٹیشن میں شکایت کروا دوں گی اس لیے سُدھر جاؤ۔اُس نے اُسے انگلی دکھاتے ہوئے کہا۔

وہ اپنے کام میں مشغول ہو جاتی ہے اور رضا کمرے کے اندر چلا جاتا ہے،سکندر خان ہوا کھانے کے لیے باہر جا رہا ہے۔تھوڑی دیر بعد وہ کمرے سے باہر نکلتا ہے۔اُس کے ہاتھ میں ایک گلاس ہے اور آمنہ کے قریب آ رہا ہے۔

آمنہ میں تمہارے بغیر جی نہیں سکتا'' تمہارے بغیر زندگی خزاں کی طرح ہے اور مسلسل پت جھڑ نے میرے دل کو ویران کر دیا ہے۔'' تمہارا پیار تو مجھے زندگی میں نہیں مل سکا شاید مرنے کے بعد مل جائے۔'' تم کہہ رہی تھیں نا کہ میں جس دن تمہاری زندگی سے جاؤں گا تم اُس دن خیرات بانٹوں گی۔آج میں تمہاری خواہش پوری کرنے والا ہوں۔'' اُس نے غمگین لہجے میں کہا۔

اس کے بعد وہ گلاس میں موجود زہر کو پی لیتا ہے اور گرتے ہوئے اُس کے ہاتھ سے گلاس اور زہر کا بوتل گر جاتا ہے اُس کے منہ سے جھاگ نکل رہا ہے۔آمنہ اُسے ایسے مرتا ہوا دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہے۔

''رضا اُٹھو !تم نے خودکشی کیوں کی۔''میں تمہارے بغیر کیسے زندگی گزاروں

گی۔میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی مجھے بھی مرنا ہو گا اگر تم میرے لیے اپنی قیمتی جان دے سکتے ہو' تو کیا میں اپنی جان نہیں دے سکتی۔''

وہ میز پر پڑی چھری اُٹھا لیتی ہے اور اپنی نبض کاٹنے کی کوشش کر رہی ہے۔اتنے میں رضا ہنستا ہوا اُٹھ جاتا ہے۔وہ اُسے دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتی ہے۔

''تم تو زہر پی کر مر گئے تھے۔تم دوبارہ کیسے زندہ ہو گئے کہیں یہ تمہارا بھوت تو نہیں ہے۔''اُس نے گھبراتے ہوئے کہا۔

''میں کب مرا تھا وہ سب تو ایک مذاق تھا۔''میں تو پانی میں ٹوتھ پیسٹ ملا کر پی رہا تھا اور تمہارے سامنے ایسا ظاہر کیا کہ میں زہر پی رہا ہوں۔یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا تا کہ تم بھی اپنی محبت کا اقرار کرو۔اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

کیا کوئی کسی کے ساتھ اتنا گندا مذاق کرتا ہے۔تمہیں مرتا ہوا دیکھ کر میری جان نکل گئی تھی۔اُس نے حیرانگی کے ساتھ کہا۔

تمہاری انا توڑنے کے لیے مجھے ایسا کرنا پڑا۔اب تم نے مانا نا کہ تم بھی مجھ سے اُتنی محبت کرتی ہو جتنی میں تم سے کرتا ہوں۔

آمنہ نے ہنستے ہوئے اقرار میں سر ہلا یا۔

☆☆☆

نومبر کا مہینہ ہے اور سردی کا موسم ہے۔فضاء میں رنگینی چھائی ہوئی ہے۔آمنہ کا گھر مختلف قسم کے قمقموں سے روشن ہے۔گھر کے اندر اور باہر بہت بھیڑ ہے۔ہر کوئی اپنے آپ میں مگن ہے۔آمنہ اور رضا سٹیج پر بیٹھے ہیں۔کل اُن کا نکاح تھا اور آج اُن کے ولیمے کی تقریب ہے۔آمنہ نے سفید رنگ کا سوٹ پہنا ہے اور رضا سفید رنگ کی شیروانی میں ملبوس ہے۔سکندر خان اور فاطمہ بی بی بھی بہت خوش ہیں۔سکندر خان اپنے بیٹے اور

بہو کو دیکھ کر مونچھوں میں ہنس رہا ہے۔ جبکہ فاطمہ بی بی اپنی ہم عمر عورتوں کے ساتھ باتیں کر رہی ہے۔ وہ دونوں چھپ چھپ کر باتیں کر رہے ہیں۔ اچانک دوسری طرف سے آواز آتی ہے۔

السلام علیکم!

وعلیکم السلام رضا نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف سے آواز آتی ہے۔ ''رضا تمہیں شادی بہت بہت مبارک ہو۔''

تمہارا بہت بہت شکریہ اوہ! میں تعارف کروانا تو بھول گیا یہ میری بیسٹ فرینڈ صوبیہ ہے یہ امریکہ میں میری کلاس فیلو تھی۔ اور صوبیہ یہ آمنہ ہے میری بیوی۔

مصافحہ کرنے کے بعد صوبیہ سٹیج سے اُتر کر مہمانوں کے پاس بیٹھ جاتی ہے۔ کالے رنگ کے کپڑوں میں وہ بہت زیادہ خوب صورت لگ رہی ہے۔ ہلکے میک اپ اور جیولری کے ساتھ وہ غضب ڈھا رہی ہے۔

کھانا کھانے کے بعد سارے مہمان گھروں کو واپس لوٹ رہے ہیں۔ شادی کے تیسرے دن آمنہ نے سُرخ رنگ کا خوبصورت جوڑا پہنا ہے۔ ہلکے زیور اور میک اپ نے اُس کے حسن کو اور زیادہ نکھار دیا ہے۔ وہ کمرے سے نکل کر کچن میں جا رہی ہے۔

امی چائے بن گئی ہے مجھے رضا کے لیے چائے لے کر جانی ہے۔ اُس نے شرماتے ہوئے کہا۔

تھوڑا انتظار کرو بس چائے اُبل رہی ہے آج تو میری بیٹی پریوں سے بھی خوبصورت لگ رہی ہے۔ ''میری پیاری بیٹی کو کسی کی نظر نہ لگے۔'' اُس کی ماں نے اُسکی نظر اُتارتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد چائے تیار ہو جاتی ہے۔ وہ چائے لے کر اپنے کمرے کے اندر

جا رہی ہے۔صوبیہ اور رضا بیڈ پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔آمنہ کو آتا دیکھ کر وہ دونوں چپ ہو جاتے ہیں۔

"کیا راز کی باتیں ہو رہی تھیں مجھے بھی بتاؤ۔" اُس نے چائے کی پیالی سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں ہمارا پرسنل معاملہ ہے ہم تمہیں نہیں بتا سکتے ،تم یہ سب چھوڑو اور چائے جلدی لاؤ میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔"

یہ لیجئے چائے۔

آمنہ صوبیہ کے لیے بھی چائے لاؤ۔

اچھا میں لاتی ہوں۔

آمنہ تم بہت خوش قسمت ہو کہ تمہیں رضا جیسا خیال رکھنے والا شوہر ملا ہے۔مجھے تو تمہیں دیکھ کر رشک محسوس ہوتا ہے۔" کاش رضا میرا شوہر ہوتا۔" اُس نے رضا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

آمنہ چائے لانے کے لیے کچن چلی جاتی ہے۔چائے لاتے ہوئے وہ خود سے باتیں بھی کر رہی ہے۔آج میری شادی کا تیسرا دن ہے اور میں نوکرانیوں کی طرح کام کر رہی ہوں اور وہ صوبیہ میرے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر گپیں مار رہی ہے۔ڈائن کہیں کی آج تو میں اِسے ایسا سبق سکھاؤں گی کہ پھر کبھی یہ میرے شوہر پر ڈورے نہیں ڈالے گی۔یہ خود کو سمجھتی کیا ہے کہ یہ میری جگہ لے گی۔آج میں اس کو اس کی اصل جگہ دکھاؤں گی۔

وہ چائے لے کر کمرے کے اندر چلی جاتی ہے اور صوبیہ کو چائے دے رہی ہے۔

"اوچ! تم نے تو چائے مجھ پر گرادی۔" صوبیہ نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا۔

آئی ایم سوری! وہ غلطی سے گر گئی "تم زیادہ جل تو نہیں گئی ہو۔" اُس نے بہترین

اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

نہیں چائے زیادہ گرم نہیں تھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔صوبیہ نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

صوبیہ تمہارے سارے کپڑے تو گیلے ہو گئے ہیں۔واش روم جا کر چینج کر لو۔

نہیں میں گھر جا کر چینج کر لوں گی۔

''صوبیہ واش روم جا کر کپڑے چینج کر لو اگر تمہارے کپڑے نہیں ہیں تو آمنہ کے تو ہیں وہ پہن لو۔''

رضا بیڈ سے اُٹھ جاتا ہے اور الماری سے اُس کے کپڑے نکال کر صوبیہ کو دے دیتا ہے۔

''صوبیہ یہ سُوٹ میں نے آمنہ کو گفٹ کیا تھا۔'' لیکن تمہیں اب اس کی ضرورت ہے اس لیے میں اسے تمہیں دے رہا ہوں۔جاؤ جا کر یہ کپڑے پہن لو۔

صوبیہ واش روم جا کر کپڑے چینج کر لیتی ہے اور پھر سے رضا کے ساتھ باتیں شروع کر دیتی ہے۔اُس نے رضا کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔وہ صوبیہ کو اپنے اتنا قریب آتا دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔وہ کمرے سے باہر چلی جاتی ہے اور روتے ہوئے خود سے باتیں کر رہی ہے۔

''آج صوبیہ نے میرے کپڑے چھینے ہیں کل کو وہ میرا شوہر بھی چھین لے گی۔میں نے خود ہی اپنے پیروں پر کلہاڑی ماردی ہے۔کیا کوئی اپنی بیوی کا تحفہ دوسری عورت کو دیتا ہے۔'' میرا گھر بھی جلدی اُجڑنے والا ہے۔''

☆☆☆

آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں۔بارش کا امکان ہے۔عائشہ اپنے شاندار محل میں ہاتھ بندھے زمین پر بیٹھی رو رہی ہے۔

''پلیز خالد مجھے مت مارو۔ میں تمہاری بیوی ہوں مجھ پر تھوڑا سا تو رحم کرو۔'' عائشہ نے روتے ہوئے کہا۔

''جب تک تم یہ ساری پراپرٹی میرے نام نہیں کر دیتیں تب تک میں تمہیں مارتا رہوں گا۔'' خالد نے وحشیانہ انداز میں کہا۔

یہ پراپرٹی سکندر خان کی امانت ہے اور میں اُسے اُس کی امانت لوٹا کر رہوں گی تمہیں جو کرنا ہے کرو۔ آخر تم مجھے یہاں کب تک قیدی بنا کر رکھو گے۔ اُس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

زیادہ دیر تک نہیں جیسے ہی تم یہ پراپرٹی میرے نام کر دوں گی۔ تو میں تمہارا پتا صاف کر دوں گا۔

''اس خوش فہمی میں مت رہو۔ کیونکہ یہ پراپرٹی میں نے سکندر خان کے نام کر دی ہے۔ مجھے مار کر بھی تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔'' اُس نے چیختے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے ساری پراپرٹی اُس کے نام کر دی ہے۔ اب تو میں تمہیں نہیں چھوڑں گا ''تمہیں مار کر ہی میرے کلیجے کو ٹھنڈک ملے گی۔'' خالد نے شراب پیتے ہوئے کہا۔

خالد شراب کی بوتل توڑ دیتا ہے اور پھر اُس بوتل کو عائشہ کے پیٹ میں گھونپ کر اُسے مار دیتا ہے۔ وہ خون سے لت پت ہو کر زمین پر گر جاتی ہے۔ پولیس کو اُس کی موت کی خبر مل جاتی ہے۔ اور اپنی تفتیشی ٹیم کے ساتھ عائشہ کے گھر پہنچ جاتی ہے۔ خالد نے اس معاملے کو ڈکیتی کی واردات قرار دینے کی پوری کوشش کی۔ اُس نے گھر کا سارا قیمتی سامان کہیں چھپا دیا ہے۔ اور سارے گھر کی چیزیں اِدھر اُدھر پھینک دی ہیں۔ وہ لاش کے قریب بیٹھا رو رہا ہے۔ پولیس جب اُس سے تفتیش کرتی ہے۔ تو وہ اپنی من گھڑت ڈکیتی کی واردات سُنانا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن جب پولیس گھر کی تلاشی لیتی ہے تو اُنہیں گھر

میں خفیہ کیمرے نظر آ جاتے ہیں۔ ریکارڈنگ دیکھنے کے بعد پولیس اُسے پکڑ کر تھانے لے جاتی ہے۔

دوسری طرف سکندر خان عائشہ کی موت سے بے خبر گھر میں بیٹھا ہے۔

''بیٹا دروازے پر دستک ہو رہی ہے۔ دیکھو تو کون ہے۔؟''

جی پاپا میں دیکھتا ہوں۔ جی آپ کون ہیں؟ رضا نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا۔

دوسری طرف سے آواز آتی ہے،''میں عبدالرحمان ہوں عائشہ کا وکیل۔''اُس نے کہا۔

اُس نے مجھے یہ لیٹر اور پیپرز آپ کو دینے کا کہا تھا۔ مجھے آپ کو یہ بات بھی بتانی ہے کہ عائشہ کے شوہر نے اُسے مار دیا ہے۔ آج سہ پہر پانچ بجے اُس کا جنازہ ہے۔ اب میں چلتا ہوں خدا حافظ!

رضا دروازہ بند کرنے کے بعد اپنے والد کے پاس جا رہا ہے۔

''بیٹا کون تھا؟''

پاپا وہ عائشہ کا وکیل تھا۔ اُس نے مجھے یہ لیٹر اور پیپرز دیئے اور اُس نے یہ بھی کہا کہ ''عائشہ کو اُس کے شوہر نے مار دیا ہے۔''

عائشہ کی موت کی خبر سن کر سکندر خان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

''پاپا یہ پیپرز تو پراپرٹی کے ہیں۔ اُس نے ساری پراپرٹی آپ کے نام کر دی ہے'' اور اس لیٹر کو میں پڑھ کر سناتا ہوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔

پیارے سکندر:

''جب تم میرے پاس تھے تو مجھے تمہاری قدر و قیمت کا اندازہ نہیں تھا۔ تم سے بچھڑ کر مجھے تمہاری قدر و قیمت کا صحیح انداز ہوا۔'' مجھے نہیں پتہ کہ جب آپ یہ لیٹر پڑھ رہے

ہو گے میں زندہ ہوں گی کہ نہیں۔ کیونکہ خالد ہر وقت پراپرٹی اپنے نام کرانے کے لیے مجھے مارتا ہے۔ یہ پراپرٹی تمہاری امانت ہے اور میں نے تمہاری امانت تمہیں لوٹا دی ہے۔ آج مجھے رضا کی بات کا احساس ہوا'' کہ کسی کے اُجڑے گھر پر بسایا گھر کبھی آباد نہیں ہوتا۔'' میں نے آپ سب کو بہت تکلیف پہنچائی ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔

تمہاری عائشہ!

عائشہ کی باتیں سننے کے بعد وہ رونے لگ جاتا ہے۔

''بیٹا آج مجھے پتہ چلا کہ عورت ہمیشہ سے وفادار ہوتی ہے۔ صرف حالات کی وجہ سے وہ بھٹک جاتی ہے۔ بیٹا آمنہ کا خیال رکھنا اور اُس کا دل کبھی بھی نہیں دکھانا۔ دل ٹوٹنے کی آواز تو ہمیں سنائی نہیں دیتی لیکن دل ٹوٹنے سے انسان کی خواہشات مر جاتے ہیں۔''

سکندر خان دن بھر روتا رہا اور اُس نے رات بھی جاگ کر گزار دی۔ صبح ہوتے ہی اُس نے سارے گھر والوں کو بُلا کر اپنے گھر جانے کا کہا۔

''پاپا ہم یہ گھر کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ یہاں ہماری بہت سی یادیں ہیں۔ یہاں میں نے اپنا بچپن گزارا ہے۔ میں اِس گھر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔'' آمنہ نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

انسان کو تو کبھی نہ کبھی اپنی جگہ بدلنا پڑتی ہے تم کیوں ضد کر رہی ہو۔ رضا نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

بیٹا آمنہ صحیح کہہ رہی ہے کہ ہمارا اپنا گھر ہے ہم اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ اُس کی ماں نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

''فاطمہ اگر یہ گھر ہمارا ہے تو کیا وہ گھر محلے والوں کا ہے۔ وہ گھر بھی ہمارا ہے۔ کیا

تمہارا اِس پراپرٹی میں کوئی حق نہیں جو تم اُس گھر کو پرایا سمجھ رہی ہو۔“

بھائی صاحب جیسا آپ ٹھیک سمجھیں ہم ویسا کریں گے۔

دوپہر تک سب نے اپنا اپنا سامان سمیٹ لیا۔گھر سے نکلتے ہوئے وہ سب بہت زیادہ رو رہے ہیں۔سکندر خان کے گھر جا کر سب گھر کو سجانے میں مصروف ہیں۔رضا کے والد بہت زیادہ خوش ہیں۔اور فون پر کسی سے باتیں کر رہا ہے۔وہ اپنے دوستوں اور رشتے داروں کو اپنے گھر آنے کی دعوت دے رہا ہے۔کیونکہ اُس نے پراپرٹی ملنے کی خوشی میں پارٹی رکھی ہے۔

دوسری شام سکندر خان نے سفید رنگ کے شلوار قمیض کے ساتھ کالے رنگ کا کوٹ پہنا ہے۔فاطمہ بی بی نے سادہ کپڑے پہنے ہیں۔رضا نے بھی سفید رنگ کے شلوار قمیض کے ساتھ نیلے رنگ کا کوٹ پہنا ہے۔اور آمنہ نے آف وائٹ رنگ کا خوبصورت ڈریس پہنا ہے۔ساری پارٹی میں وہ سب سے زیادہ خوبصورت لگ رہی ہے۔وہ چہرے پر ہلکے تبسم کے ساتھ رضا کے قریب جا رہی ہے۔اور اُسکے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔

رضا میں کیسی لگ رہی ہوں؟ آمنہ نے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف سے صوبیہ آ رہی ہے۔

”رضا تمہیں بہت بہت مبارک ہو۔آمنہ تمہیں بھی مبارک ہو۔Finally تم لوگوں کو اپنا گھر مل گیا۔“

تمہارا بہت بہت شکریہ صوبیہ آج تو تم بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہو۔

”اوہ! تھینک یو رضا۔تم بھی بہت ہینڈسم لگ رہے ہو۔کہیں تمہیں میری نظر نہ لگ جائے۔“تم دونوں کی جوڑی دنیا کی سب سے پرفیکٹ جوڑی ہے۔آمنہ میں رضا کو کالج کے ٹائم سے بہت زیادہ چاہتی ہوں۔”اگر یہ آج بھی کہے کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا

ہوں تو میں شادی کرنے کے لیے تیار بیٹھی ہوں۔'' رضا مجھے یاد آیا مجھے تم سے کوئی پرسنل بات کرنی ہے۔ تمہارے کمرے میں جا کر اسے ڈسکس کریں گے۔'' وہ دونوں کمرے کے اندر جا رہے ہے۔ وہ کھڑکی سے انہیں دیکھ رہی ہے رضا نے صوبیہ کو گلے لگایا ہوا ہے۔ وہ روتے ہوئے دوسرے کمرے جا رہی ہے۔ صوفے پر بیٹھ کر وہ رو رہی ہے۔

''اب مجھے سمجھ میں آیا کہ رضا ہر وقت مجھ سے ناراض کیوں رہتا ہے۔'' میرا ہنستا بستا گھر تو اُجڑ گیا۔'' جس طرح گندگی کو گھر سے باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ اُسی طرح صوبیہ نے مجھے رضا کی زندگی سے باہر پھینک دیا ہے۔ اُسے تو صوبیہ کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

وہ سفید کاغذ پر کچھ لکھ رہی ہے۔ جب رضا کمرے سے باہر نکل آتا ہے۔ تو وہ اُسے ایک بچے کے ذریعے اُس تک پہنچا دیتی ہے۔ وہ خط کھول رہا ہے۔

میرے پیارے رضا:

''نہیں اب تو تم میرے نہیں رہے اب تو تم صوبیہ سے محبت کرتے ہو۔'' آخر مجھ سے کون سی غلطی ہوگئی جو تم نے مجھے اپنا بنا کر چھوڑ دیا۔ پہلے میرے ساتھ پیار کا ڈھونگ رچایا اور اب مجھے بیچ راستے میں اکیلا چھوڑ دیا۔ آج مجھے پتہ چلا کہ تم صرف اچھا بننے کا ڈرامہ کر رہے تھے۔ تم نے یہ سب اس لیے کیا تا کہ تم مجھ سے بدلہ لے سکوں۔ تمہیں صوبیہ پسند ہے میرے ساتھ تو تم بس ٹائم پاس کر رہے تھے۔'' میں چھت سے کھودنے جا رہی ہوں۔ میں پانچ منٹ تک تمہارا انتظار کروگی۔ اگر تم نہیں آئے تو میں یہ سمجھ لوں گی کہ تمہارا پیار جھوٹا تھا اور میں چھت سے کھود جاؤں گی۔''

رضا دوڑتا ہوا اُوپر جا رہا ہے اُوپر جا کر دیکھتا ہے کہ آمنہ دیوار پر چڑھی ہوئی ہے اُس کا ایک پیر دیوار پر ہے اور دوسرا ہوا میں ہے۔ وہ دوڑتے ہوئے اُسے نیچے اُتار دیتا

ہے اور اُسے ایک زوردار تھپڑ ماردیتا ہے۔آمنہ بھی اُسے جواب میں تھپڑ مارنے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ اُس کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔

''تم نے مجھے تھپڑ کیوں مارا؟'' اُس نے چلاتے ہوئے پوچھا۔

تمہاری عقل کو ٹھکانے لانے کے لیے مجھے تمہیں تھپڑ مارنا پڑا تم سمجھتی کیوں نہیں تم اب بڑی ہوگئی ہو۔اس لیے یہ بچوں جیسی حرکتیں کرنا چھوڑ دو۔

''تمہیں کیا لگا کہ میں اتنی بے وقوف ہوں کہ میں سچ میں خودکشی کرلوں گی میں تو بس ایکٹنگ کر رہی تھی۔کہ تمہیں میرے پیار کی قدر ہے بھی کہ نہیں۔'' اُس نے شانے اُچکاتے ہوئے کہا۔

تم بے وقوف نہیں بے وقوفوں کی سردار ہو۔میں نے صوبیہ کے ساتھ مل کر پیار کا ڈھونگ اس لیے رچایا تاکہ میں یہ معلوم کرسکوں کہ تمہیں مجھ پر کتنا یقین ہے۔میں تو بچپن سے تمہیں چاہتا ہوں۔لیکن تمہیں پھر بھی میرے پیار پر یقین نہیں۔یہ عورتیں بھی بہت زیادہ شکی مزاج ہوتی ہیں۔اور جہاں تک صوبیہ کی بات ہے تو وہ کل صبح امریکہ واپس جارہی ہے۔رضا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اگر عورتیں شکی مزاج ہوتی ہیں تو مرد تو ہمیشہ سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔'' تم لوگوں کو عورتوں کے جذبات کی تھوڑی سی بھی قدر نہیں ہوتی۔تمہیں نہیں پتہ کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔''میں تمہیں کسی اور کا ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔'' اُس نے اپنائیت کے ساتھ کہا۔

☆☆☆

دوپہر کا وقت ہے۔آمنہ اور رضا صوفے پر بیٹھے باتیں کررہے ہیں۔

میرے موبائل پر کال آرہی ہے۔اوہ یہ تو ہماء کی کال ہے۔وہ فون اُٹھالیتی ہے۔

السلام علیکم! ہماء۔

وعلیکم السلام کیا حال چال ہے سب ٹھیک تو ہے۔

ہاں سب ٹھیک ٹھاک ہے۔آمنہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آمنہ میں بہت زیادہ خوش ہوں کہ تم نے سی ایس ایس کا امتحان پاس کرلیا۔آخر کار تمہیں تمہارے صبر کا پھل مل گیا۔تمہیں بہت بہت مبارک ہو۔''اُس نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہماء تمہارا بہت بہت شکریہ۔''جب اللہ تعالیٰ کی برکت اور انسان کی محنت مل جائے تو دنیا کا کوئی بھی کام ناممکن نہیں ہوتا۔''میں نے محنت کی اور خدا نے مجھے اُس کا صلہ دیا۔ہماء میں تم سے بہت ناراض ہوں،تم نے میری شادی میں شرکت کیوں نہیں کی؟''

آمنہ میں تمہاری خوشیوں میں شریک ہونا چاہتی تھی لیکن اُن دِنوں میری ساس کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی اور میں اُنہیں بستر پر چھوڑ کر شادی میں شرکت کیسے کرسکتی تھی؟''

مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہاری ساتھ یہ سب کچھ ہوا اب اُن کی طبیعت کیسی ہے؟''اُس نے پریشان ہوکر پوچھا۔

خدا کا شکر ہے اب اُن کی طبیعت تھوڑی سنبھل گئی ہے۔آمنہ اپنے گھر والوں کو میرا سلام کہنا۔امی کے دوائی لینے کا وقت ہے مجھے اُنہیں دوائی دینی ہے۔خدا حافظ!

ٹھیک ہے تم اُنہیں دوائی دو خدا حافظ! آمنہ نے فون رکھتے ہوئے کہا۔

''عورتیں جب ایک بار باتیں شروع کردیں تو پھر چپ ہونے کا نام نہیں لیتیں۔''رضا نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''ہماء میری سب سے اچھی سہیلی ہے۔جب ہماری زندگی سے کوئی جاتا ہے۔تو خدا

دوسرے انسان کو ضرور بھیجتا ہے۔ جب تم مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ تو ہماء میری زندگی میں آ گئی اور جب وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی تو تم دوبارہ میری زندگی میں آ گئے۔'' اُس نے محبت بھرے انداز میں کہا۔

ہاں وہ تو ہے۔ مجھے بہت زیادہ نیند آ رہی ہے میں سونے جا رہا ہوں۔ اُس نے صوفے سے اُٹھتے ہوئے کہا۔

رضا گہری نیند سو جاتا ہے اور وہ صوفے پر بیٹھی کچھ سوچ رہی ہے۔ صوفے سے اُٹھ کر وہ اُس کے قریب چلی جاتی ہے اور اُسے گال پر زوردار تھپڑ مار دیتی ہے۔ وہ حواس باختہ ہو کر اُٹھ جاتا ہے۔

تم نے مجھے تھپڑ کیوں مارا۔'' رضا نے اپنے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ تمہارے گال پر مچھر بیٹھا تھا مجھے لگا کہ کہیں تمہیں کاٹ نہ لے اس لیے مجھے مچھر مارنے کے لیے تمہیں تھپڑ مارنا پڑا۔ اُس نے شاندار اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ! تمہارے گال پر بھی مچھر بیٹھا ہے۔'' رضا نے اُسے تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔

جیسے ہی وہ اُسے تھپڑ مارتا ہے تو وہ اُس پر تھپڑوں کی برسات شروع کر دیتی ہے۔ دونوں نے تھپڑیں مار مار کر ایک دوسرے کا برا حال کر دیا ہے۔

دوسری طرف ہماء سفید کاغذوں پر کچھ لکھ رہی ہے۔ وہ زمین پر بیٹھی ہے۔ اُس نے اپنے بالوں کو کیچر میں باندھا ہے۔ اُس کے اِرد گرد سفید کاغذ پھیلے ہوئے ہیں اور وہ اشتیاق کے ساتھ کچھ لکھنے میں مصروف ہے۔

''زندگی ایک ایسا سفر ہے جس میں کچھ لوگوں کو منزل مل جاتی ہے اور کچھ منزل کو پانے کی چاہ میں سفر میں ہی رہ جاتے ہیں۔ لیکن اگر لگن سچی ہو تو انسان کو ایک نا ایک دن منزل مل ہی جاتی ہے۔'' آج آمنہ کو اُس کی منزل مل گئی اور میرے ناولٹ کو بھی منزل مل

گئی۔جس سفر کا آغاز میں نے اگست 2019ء میں کیا تھا۔آج کئی سالوں بعد اختتام پزیر ہوا۔‘‘اس ناولٹ کے توسط سے میں حکام بالا سے درخواست کرتی ہوں کہ ہمارے گاؤں میاں کلے یا منڈا میں ایک گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ’’گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج معیار‘‘ میں بی ایس کلاسز کا آغاز اور سٹاپ کی کمی کو پورا کیا جائے۔اس کے علاوہ گورئمنٹ گرلز ہائیر سیکنڈری اسکول میاں کلے اور منڈا میں سیکنڈری کلاسز کا آغاز کیا جائے۔اور یہاں کے تعلیمی اداروں کے معیار کو بہتر بنا دیا جائے۔

’’ہم دونوں کے کچھ خواب تو پورے ہو گئے اور کچھ ادھورے رہ گئے۔‘‘مثلاً ہمارا یہ خواب تھا۔کہ پاکستان کے تعلیمی نظام سے کرپشن کا خاتمہ کیا جائے اور مزید تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے۔وہ خواب تو فی الحال ادھورا رہ گیا۔’’کیونکہ بعض خواب صدیوں بعد پورے ہوتے ہیں۔‘‘

ہم جس دن آزاد ہوئے ہیں۔اُس دن سے ہمارا تعلیمی نظام بحران کا شکار ہے۔نا حکومت کچھ کرتی ہے اور نہ ٹیچرز صحیح طریقے سے پڑھاتے ہیں۔اور انجام بچوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔یہ کیسا ملک ہے جہاں حکمرانوں کے بچے تو بیرونی ممالک میں زیر تعلیم ہیں۔جبکہ اس کے باسیوں کو تیسرے درجے کی تعلیم بھی میسر نہیں۔‘‘انصاف تو تب ہو گا جب امیر اور غریب کے بچے ایک ہی سرکاری اسکول میں پڑھیں گے۔

میں نہیں جانتی کہ میرا ناولٹ چھاپنے کے لائق ہے بھی کہ نہیں۔ یہ صرف میری اور آمنہ کی کہانی نہیں ہے۔یہ پاکستان کے ہر بچے کی کہانی ہے۔‘‘آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ظلم کے خلاف آواز نہ اُٹھانا بھی خود پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔میں نے ظلم کے خلاف اپنی آواز بلند کی لیکن صرف میرے احتجاج کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔’’ہم سب نے مل کر اِس گندے نظام کے خلاف آواز اُٹھانی

ہے۔'' کیونکہ بچے پڑھنے کے لیے اسکول جاتے ہیں۔سڑنے کے لیے نہیں۔''جب بچہ پڑھے گا تو پاکستان آگے بڑھے گا۔''

''نہ ٹیچر نہ فرنیچر

نہ بجلی نہ پانی

سب کچھ یہاں خیالی

پر تعلیم ہماری جاری۔''

☆☆☆